Title - ~~BABAK~~ BAABAK KHARMI (Part-2).

Creator - Abdul Haleem Sharar

Publisher - Dilgudaz Press (Luknow).

Date - 1918.

Pages - 120

Subjects - Urdu Novel.

بابک خرمی

حصہ اول

ایک دلچسپ اور نتیجہ خیز تاریخی ناول

مصنفہ

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز

جو

سنہ ۱۹۱۶ء کے خریداران دلگداز کی خدمت مین ہدیۃً پیش کیا گیا

اور

باہتمام خاکسار حکیم محمد سراج الحق منیجر و پبلشر دلگداز

جنوری سنہ ۱۹۱۷ء مین

دلگداز پریس لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خان مین چھپ کے

شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

”معتصم! او معتصم! کہاں ہے؟“

جن آل ہاشم کے بزرگون نے ۲۲۰ سال پہلے بڑی ناکامی اور انتہا درجے کی شکستہ حالی کے ساتھ مکہ چھوڑا تھا آج نہایت شان و شوکت سے دارالسلام بغداد مین بیٹھے ریاست و امارت کا لطف اُٹھا رہے ہین۔ اور ساری دنیا اُن کے تابع فرمان ہے۔ اس دارالخلافت کی رونق و آبادی حیرت انگیز درجے تک ترقی کر گئی ہے۔ اور یہان کی گزشتہ رونق و شوکت کی کہانیان اُمراے عرب کے ہاتھون از سر نو زندہ ہوئی ہین۔ آل عباس کے سات مسند آرایان خلافت دشمنون سے میدان صاف کر کے جو سامان عظمت و جبروت جمع کر گئے ہین اُس سے اُن کا آٹھوان تاجدار معتصم باللہ فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ اور سوا دو سو برس کی حیرت انگیز فتحون اور ملک گیریون کا ذخیرہ اور اندوختہ اُس کے پنجۂ قدرت مین ہے۔

پہر دن چڑھے کا وقت ہے۔ دجلے کے کنارے قصر خلافت کے بیرونی پھاٹک کے سامنے والے میدان مین ایک کونے پر چند علماے دین جو دُور دُور سے پکڑ کے لائے گئے ہین زنجیرون مین جکڑے اور قوی ہیکل تُرکی سپاہیون کے چوڑے چوڑے تیغون کے سایے مین خائف اور خاموش کھڑے ہین۔ یہ لوگ متین و ذی وقار بڑے بڑے عمامے باندھے۔ اور کرتون پر قبائین پہنے ہین۔ ان کی سفید ڈاڑھیون پر نور برس رہا ہے جس کا عوام پر اثر پڑتا ہے اور اُن کی اسیری سے گرد و پیش کے تمام لوگ متاثر ہین۔

مقید علما کے مقابل دوسری طرف علاقۂ رامہرمز کا ایک بردہ فروش عجمی عبا و قبا پہنے کھڑا ہے۔ جو پانچ ہزار تُرکی غلامون اور لونڈیون کو لایا ہے

غلامون مین اچھے اچھے تنومند اور توانا تندرست نوعمر اور خوش رو لڑکے۔ اور لونڈیون مین علاقۂ غزنہ و ترکستان کی حسین و نوخیز لڑکیان ہین۔ یہ لونڈی غلام نفیس اور زرق برق کپڑے پہنے ہین۔ اور جدا جدا صفین باندھے مؤدب و خاموش کھڑے ہین۔ اور اُن کے پیچھے بردہ فروش ابن جلود قصر خلافت کے دو ایک حاجبون اور دربانون سے کھڑا باتین کر رہا ہے۔

قصر کے پھاٹک پر بہت سے اُمرا و سرداران فوج اور اُنھین مین ملے ہوئے بعض علما سے دربار کھڑے ہین جو پُرتکلف درباری لباس اور فوجی اسلحہ سے آراستہ ہین۔

یکایک ایک باوقار شخص جو زرنگار عمامہ باندھے اور سونے کا عصا ہاتھ مین لیے تھا یہ کہتا ہوا محل کے اندر سے نکلا کہ "ہوشیار! اور ادب سے! ہشتم آل عباس امیرالمومنین المعتصم باللہ رونق افروز ہوتے ہین"۔ یہ صدا سنتے ہی تمام حاضرین درِ دولت مؤدب ہو گئے۔ فوراً اہل دربار نے اپنی صفین باندھ لین۔ جو لوگ پابزنجیر علما کو اپنی حراست مین لائے ہین اُن کے افسر تلوارین کھینچ کھینچ کے اپنے گروہ کے آگے ہو گئے۔ لونڈی غلامون کی صفین بھی از سر نو درست اور مرتب کر دی گئین۔ اور ابن جلود اُن کے آگے آ کے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔

اب جلوس شاہی برآمد ہونا شروع ہوا۔ سب کے آگے ایک ترکی غلام کے ہاتھ مین دولت عباسیہ کا سیاہ علم تھا۔ اُس کے پیچھے دس خوش رو و کمان ابرو رومی غلامون کے ہاتھون مین سونے چاندی کی منقش انگیٹھیان تھین جن مین عود و لوبان سلگ رہا تھا۔ جن کے دھوین کی خوشبو سے یک بیک سارا میدان مہک اُٹھا۔ ان لوگون کے بعد پانچ سو نوعمر ترکی غلامون کا غول آیا۔ یہ سب حریر سرخ کے کُرتے اور دیبائے زرد کے پائجامے پہنے تھے۔ کمرون مین سونے کے جواہرنگار پٹکے تھے۔ اور سرون پہ نیلے اطلس کی دستارین۔ کانون مین موتیون کے گوشوارے

تھے - اور ہاتھوں مین چھوٹی چھوٹی آبدار تلوارین-

انھین غلامون کے بیچ مین المعتصم مرصع و زرنگار عمامے مین لگائے ایک نہایت خوبصورت سبزے گھوڑے پر سوار اور گرد و پیش کے مجمع پر نظر ڈالتا ہوا آہستہ آہستہ آرہا تھا - چہرہ گورا اور نہایت سرخ و سفید تھا - اور سرخی مائل بھوری اور لمبی ڈاڑھی نے بڑی بڑی شربتی آنکھون اور ایسے فرق و مرصع عمامے پر کبھی ایسی رونق نہ دی ہوگی جیسی کہ معتصم کے رعب دار چہرے پر دے رہی تھی - اُس کی صورت دیکھتے ہی سارے مجمع سے "السلام علیک یا امیرالمومنین" کا غلغلہ بلند ہوا - اور اسی شور و غل کے درمیان وہ بڑھ کے میدان کے بیچ مین پہونچ گیا - گھوڑا روک کے پہلے علماے دربار کی طرف توجہ کی اور ایک مُسِنّ و مقطع عالم کی طرف جو اپنے طبقے کے تمام لوگون کے آگے تھا کہا "مولانا ابن داؤد - یہ پابہ زنجیر علما کون ہین؟ اور کہان سے آئے ہین؟"

ابن ابی داؤد "امیرالمومنین یہ علماے حدیث مختلف شہرون سے لائے گئے ہین - ان کو ہزار سمجھایا اور قائل معقول کیا گیا مگر قرآن کے مخلوق ہونے کو کسی طرح نہین قبول کرتے"

معتصم - (طیش سے) "آپ سے بھی ان سے بحث ہوئی یا نہین؟"

ابن ابی داؤد "مجھ سے تو گفتگو نہین ہوئی - مگر ہمارے اکابر علما جو تمام شہرون مین توحید[عـ] کی تبلیغ کر رہے ہین اُن سے اِن لوگون سے ہفتون بحث رہی - اور سمجھانے اور قائل کرنے مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا گیا - لیکن عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ قائل ہوتے ہین مگر قبول نہین کرتے - اور جب ایسی ہی ضد ہے تو میرے سمجھانے کا بھی کیا نتیجہ ہوگا؟"

معتصم "نتیجہ ہو یا نہ ہو مگر آخری مرتبہ آپ کو ان کا بیان لے لینا ضروری ہے - حتی المقدور سمجھانے اور نشیب و فراز سمجھانے مین آپ کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھین - اس کے بعد بھی نہ مانین تو اپنی سزا کو پہونچین گے"

عـ یہ آفت مامون کے زمانے سے شروع ہوئی اور معتصم کے زمانے مین بڑھ گئی کہ معتزلہ کا زور تھا جن کا سرگروہ دربار خلافت مین احمد بن ابی داؤد تھا - اور صرف اِس ایک مسئلے پر کہ "قرآن قدیم" یا "حادث" صدہا علماے کبار پکڑ پکڑ کے پیٹے گئے - اور قید کیے گئے جن مین امام احمد بن حنبل کی مصیبت تمام مسلمانون کو یاد ہوگی [illegible]

عـ٥ معتزلہ اپنے آپ کو موحد اور سارے مسلمانون کو مشرک کہتے تھے -

ابن ابی داؤد "خود امیرالمومنین کے سامنے اِن کا اظہار کیا جائے تو مناسب ہو گا"

معتصم "میرے سامنے بحث کرنے سے کیا فائدہ؟ والد کو فرطِ محبت نے مجھے جاہل اور اُمّی رکھا" اتنا کہہ کے معتصم مسکرایا اور کہا "مکتب میں میرے ساتھ ایک ہم سن غلام بھی پڑھتا تھا جس سے مجھے بڑی محبت تھی۔ اتفاقاً وہ مرگیا۔ والد مرحوم سمجھے یہ خیال کرکے کہ اُس کے مرنے کا مجھے صدمہ ہوا ہو گا مجھ سے بلا کے کہا، محمد[عہ] تمھارا دوست مرگیا؟ میری زبان سے نکلا۔ جی ہاں مرگیا اور کتاب سے اُس کا پیچھا چھوٹا۔ یہ سُن کے والد ہنسے اور کہا تمھیں پڑھنا ایسا ہی ناگوار ہے تو میں مجبور نہ کروں گا۔ بس اُسی دن سے پڑھنا چھوٹا۔ اور میں جاہل رہ گیا۔ بہرحال جس بحث کو میں سمجھ ہی نہیں سکتا اُس میں میری شرکت کی ضرورت نہیں۔"

یہ کہتے ہی معتصم نے دوسری طرف توجہ کی۔ اور غلاموں اور لونڈیوں کی صفوں کو دیکھ کے خوش ہوا۔ سب پر ایک اجمالی نظر ڈالی۔ اور عجمی بردہ فروش کی طرف متوجہ ہو کے کچھ کہنے کو تھا کہ چند اہلِ بغداد جوش و خروش سے دوڑ کے اُس کے قریب آئے۔ ایک نے بڑھ کے اُس کے گھوڑے کا دہانہ پکڑ لیا۔ اور نہایت ہی طیش کے لہجے میں کہا "او معتصم! ہمارے شہر سے یہ ترکی غلام نہ نکلے تو ہم تجھ سے لڑیں گے[عہ]۔" یہ الفاظ سنتے ہی متوکل کا گورا چہرہ غصّے سے سُرخ ہو گیا۔ آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ مگر اپنے جوش کو دل میں دبا کے نہایت ہی ضبط و متانت کے لہجے میں اُس شخص سے پوچھا "مجھ سے لڑو گے! اچھا لڑنا۔ مگر کیونکر لڑو گے؟"

شخص "سہامِ سحرگہی سے۔ ہماری دعائے نیم شبی کے تیروں کو کمزور اور تھوڑا نہ سمجھ۔"

عہ المعتصم باللہ کا اصلی نام و نسب محمد ابواسحٰق بن ہارون رشید تھا۔

عہ المعتصم باللہ کو ترکی غلاموں کا بڑا شوق تھا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عربی النسل امیرزادوں کی سرکشی، نہ بے پروائی اور دولت مندانہ کاہلی نے اُسے مجبور کیا کہ ایک نئی معتمد فوج اور نئے چالاک و جفاکش اہل کار فراہم کرے۔ اِس غرض کے لیے اُس نے ترکی غلاموں کو منتخب کیا۔ اُن کے لیے خاص قسم کی دیبا و حریر کی زرق برق وردیاں ایجاد کیں۔ اور اُن کو دور سے منگوا منگوا کے اپنے گرد جمع کرنا شروع کیا۔ جب ان ترکی غلاموں کی کثرت حد سے زیادہ بڑھی تو بغداد والے جاہ مانگنے لگے۔ اور اُنھیں کے بسانے کے لیے کیمپ کی حیثیت سے اُس نے شہر "سرّ من رائی" آباد کیا جو اب سامرہ کہلاتا ہے۔

اس جواب نے کسی طلسمی عمل کی طرح معتصم کی برہمی دور کر دی ۔ مسکرایا ۔ چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا ۔ اور قائل ہو جانے کی شان سے جواب دیا: "ان تیروں سے بیشک لڑ لوگے ۔ اور تمہارے انھیں تیروں سے میں ڈرتا ہوں ۔ اچھا تو پریشان نہ ہو ۔ عنقریب اس کا انتظام ہو جائے گا ۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ میرے یہ ترکی غلام تمہارے شہر سے چلے جائیں گے۔"

یہ کہہ کے معتصم پھر بردہ فروش کی طرف متوجہ ہو گیا ۔ اور کہا: "ابن جلمود! اب کی تو معلوم ہوتا ہے تم اچھے اچھے غلام لائے ہو ۔ مگر یہ سب ترک ہیں نہ؟ ان میں کسی اور قوم کا کوئی غلام تو نہیں ہے؟"

ابن جلمود: "امیرالمومنین کی قدر دانی سے ترکی غلاموں کی قدر و قیمت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ جو لوگ غلاموں کو لاتے ہیں اکثر اوقات دوسری قوموں کے لڑکوں کو بھی ترکی غلاموں میں ملا کے بیچ جاتے ہیں میں ایسے تمام لڑکوں کو چھانٹ کے نکال ڈالتا ہوں مگر پھر بھی کبھی کبھی دھوکا ہو جاتا ہے ۔ لیکن اب کی میں نے بڑی احتیاط کی ہے ۔ اور ان لونڈی غلاموں میں سوا ترکوں کے اور کسی قوم کا انسان نہیں ہے۔"

معتصم ۔ (پھر اُن غلاموں کو غور سے دیکھ کے) "مگر اب کی واقعی تم اچھے غلام لائے ہو ۔ لڑکے سب قوی ہیکل خوش رُو اور تندرست ہیں ۔ اور لڑکیاں بھی سب پری جمال و نازک اندام ہیں ۔ اب کی میں تم کو قیمت کے علاوہ انعام بھی دوں گا۔"

ابن جلمود: "خدا امیرالمومنین کا اقبال بلند کرے ۔ یہ قدر دانی ہی اس غلام کو غلاموں کی تلاش میں دشت و در کی خاک چھاننے اور کوہ و دریا کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کرتی ہے۔"

معتصم ۔ (اپنے نصرانی طبیب سے) "آپ تکلیف کرکے ان سب لونڈی غلاموں کا معائنہ کریں ۔ جو کمزور و ناتوان ۔ یا کمزور اور حقیر نظر آئیں اُن کو نکال ڈالیے ۔ اور جن کو آپ پسند کریں اُن کی دار و غہ قصر سے قیمت تشخیص کرا دیں پھر لونڈیوں کو حرم میں اور غلاموں کو ترکی لشکر گاہ میں بھجوا دیں ۔ اور خزانچی کو حکم دیں کہ فوراً قیمت ادا کر دے۔"

مگر پہلے مین خود ہی اِن سب سے ایک بات پُوچھون گا۔" یہ کہہ کے اُس نے گھوڑا بڑھا کے لونڈیون اور غلامون کی صفون کے آگے ایک چکر لگایا۔ اور بیچ مین ٹھہر کے کہا "تم خود بتادو کہ تم مین سے کوئی ترکستان کے علاوہ کسی اور ملک کا باشندہ تو نہین ہے؟"

سب صفون سے پیہم یہی صدائین آرہی تھین کہ "ہم ترک ہین" کہ ناگہان ایک سانولی جوان عورت جس کے چہرے سے حُزن و ملال کے آثار نمایان تھے لونڈیون کی صفون سے نکل کے خلیفہ کے قریب آئی۔ اور ترکی نژاد لونڈیون کے لہجے کے خلاف نہایت ہی فصیح عربی مین بہ آواز بلند بولی۔ "امیر المومنین یہ لونڈی ترکیہ نہین عربی نژاد عورت ہے۔"

معتصم: (حیرت سے) "عربی نژاد! عربیہ خاتون اور لونڈی!"

ایک شریف عربیہ عورت کو لونڈیون مین سے نکلتے دیکھ کے تمام حاضرین متحیر ہو گئے۔ اور ابن جلود کا تو خون ہی خشک ہو گیا۔ جو خوب جانتا تھا کہ کسی عربی نژاد مرد یا عورت کو زبردستی غلام بنا لینا سخت ترین جُرم ہے۔

اب اُس عورت نے معتصم کے کلمات حیرت کے جواب مین کہا۔ "ہان عربیہ اور لونڈی۔ اور عربیہ ہی نہین ہاشمیہ!"

بے اختیار طیش کے لہجے مین معتصم کی زبان سے بھی یہی الفاظ نکلے کہ "عربیہ نہین ہاشمیہ!" مگر اُس عجیب و غریب عورت نے اور ترقی کی۔ اور چلا کے کہا "ہاشمیہ ہی نہین عباسیہ!" یہ الفاظ نہ تھے ایک خرمن سوز بجلی تھی جس نے سارے دربار کو ہلا دیا۔ معتصم نے غضب آلود و مشتعل ہو کے بے اختیار تلوار کھینچ لی۔ اور حکم دیا کہ شقی و بے ادب بدمعاش ابن جلود کا سر اُڑا دیا جائے۔" خلافت کا سیّاف (قاتل یا جلّاد) خلیفہ کی زبان سے یہ الفاظ سُنتے ہی اپنا چوڑا تیغہ کھینچ کے ابن جلود پہ جھپٹا۔ مگر ساتھ ہی عورت بھی جھپٹی اور سیّاف و ابن جلود کے درمیان مین آ کے دونون ہاتھ فریادیون کی طرح اُٹھا دیے۔ اور زور و شور سے چلائی۔ "امیر المومنین جلدی کے خطرے سے بچین۔ یہ تلوار جو امیر المومنین نے کھینچی اُس کا صحیح نشانہ ابن جلود نہین اور شخص ہے۔"

معتصم " وہ کون ہے؟ مگر کوئی ہو۔ اپنے ابن عم[ع۵] رسول خدا صلعم کی حرمت و نبوت کی قسم کھا کے کہتا ہون کہ جو کوئی ہوگا اُسے زندہ نہ چھوڑون گا"

عورت " ہان یہ عہد ہے! اور (آسمان کیطرف نظر اُٹھا کے) خداوندا اس عہد کو پورا کر"

معتصم۔ (ابن جلود سے) " او بے ادب عجمی! تیری گستاخی اور سرکشی اس درجے کو پہونچ گئی! تم عجمیون نے بنی اُمیہ کے مقابلے مین بنی ہاشم کا ساتھ دیا تھا اور ہم مستحقین خلافت تک خلافت کے پہونچنے کا ذریعہ ہوے تھے۔ اس خیال سے ہم لوگون نے بھی تمھاری مدد کی تم پر اعتماد کیا اور تمھارا مرتبہ بڑھایا۔ پھر اس کے بعد جب میرے بڑے بھائی امین الرشید نے مامون کی عداوت مین والد کے اُس معاہدے کو پس پشت ڈال دیا جو خاص خانہ کعبہ کے پاس مرتب و مکمل کر کے در کعبہ مین لٹکا دیا گیا تھا تو تم نے مامون مرحوم کا ساتھ دیا۔ مامون مرحوم نے اُس کے معاوضے مین تم لوگون کو اپنی مان کا رشتہ دار اور اپنا ماموں تسلیم کر کے تمھاری عزت افزائی کی۔ اور اعزائے خلافت مین شامل کر لیا۔ تم لوگون کے حال پر یہ ہماری مہربانی اور مرحمت تھی جس کا معاوضہ آج تمھارے ہاتھون سے یہ ملتا ہے کہ ایک عباسیہ خاتون اور ایک عالی خاندان شاہزادی کو گرفتار کر کے اور لونڈی بنا کے ہمارے سامنے لائے ہو؟"

عورت " امیرالمومنین۔ اس کا جواب ابن جلود سے نہین مجھ سے لین۔ پہلے میرا بیان سُن لین۔ پھر جو چاہین فیصلہ کرین۔ مین عالیہ بنت جعفر بن احمد ہون۔ اور قثم بن عباس کی نسل سے ہون۔ میرے بھائی فضل بن جعفر نے والی خراسان سے سُنا کہ ترکستان مین ہمارے دادا قثم بن عباس کی قبر نہایت ہی خراب اور شکستہ حالت مین پڑی ہے۔ یہ سُن کے وہ بہت رنجیدہ ہوئے۔ ارادہ کیا کہ خود وہان جا کے قثم کی تربت پر فاتحہ پڑھین۔ اور ایک اچھا مقبرہ تعمیر کرا دین۔ پھر وہان کوئی منتظم اور دو ایک قرآن خوان مقرر کر کے گھر واپس آئین۔ اُنھین آمادہ دیکھ کے مین نے بھی اُن کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا۔ خصوصاً اس لیے کہ مین نے عجمی زبان سیکھی تھی۔ اور اُس زبان کے بولنے والون سے ملنے کی مشتاق تھی۔ غرض دو سال ہوئے ہم اپنے پورے خاندان کے ساتھ سمرقند گئے۔ ہمارے ہمراہ بھائی فضل کے دو فرزند علی اور محمد تھے۔ میرے

ع۵ خلفائے بنی عباس حضرت رسول مقبول صلعم کو " ابن عم " یعنی چچا زاد بھائی ہی کہا کرتے تھے۔

ابن عم شوہر عباس بن محمد بن احمد تھے۔ اور میری نازپرور دہ بیٹی ریحانہ تھی۔ وہان ہم ڈیڑھ سال رہے۔ اپنے شہید جد امجد قثم کی قبر پر عالیشان مقبرہ بنوایا۔ اور واپس چلے کہ یہان آکے ریحانہ کی شادی علی بن فضل کے ساتھ کر دین۔ ہم قافلۂ حجاج کے ساتھ جس مین بہت سے تاجر تھے بحر قزوین (کیسپین سی) کے کنارے کنارے آرہے تھے۔ اور جبال طالقان کا بہت سا حصہ طے کرکے ولایت طبرستان مین داخل ہوئے تھے کہ یکایک ہمارے قافلے پر خرمیون کا ایک گروہ آپڑا۔ ہمراہیون مین زیادہ تعداد غریب حاجیون تاجرون اور بنجارون کی تھی اُن سب کے حواس جاتے رہے۔ اور تھوڑے سے مجمی سپاہی جو قزوین سے ہمارے ساتھ ہو گئے تھے وہ بھی ہمت ہار کے بھاگے۔ ہمارے عباسی خاندان والون کو یہ گوارا نہ ہو سکا کہ بغیر مقابلہ کیے ہاتھ پاؤن ڈال دین۔ سب کے پہلے میرے بھائی فضل ابن جعفر جو گھوڑے پر سوار تھے تلوار کھینچ کے کھڑے ہو گئے۔ اور کہا کسی ڈاکو نے ادھر کا قصد کیا تو زمین پر پڑا ابھر کتا ہو گا۔ ساتھ ہی میرے شوہر عباس بن محمد اونٹ کی پیٹ پر سے کود سے اور "یا آل عباس" کا نعرہ لگایا۔ اُن کے بعد میرے دونون بھتیجے علی اور محمد بھی نیچے اتر، تول تول کے کھڑے ہو گئے۔ کہ لُٹیرون کو ہماری محملون تک نہ پہونچنے دین۔

اب دشمن دبے دین خرمیون نے یہ دیکھ کے کہ ایک گروہ اُن کے مقابلے پر آمادہ ہے ہماری طرف رخ کیا۔ کئی سو آدمی نیزے لے کے چارون طرف سے ٹوٹ پڑے۔ اُس وقت ہمارے لوگون کا یہی شعار تھا کہ "یا آل عباس" اور ہر شخص کی زبان پر یہی کلمہ جاری تھا۔ جس کو دو چار دفعہ سُن کے میرے دل مین بھی کچھ ایسا جوش پیدا ہوا کہ ریحانہ کو سمجھایا تم خبردار اپنی اسی محمل مین مضبوط بیٹھی رہنا اور اپنے شوہر کا لمبا نیزہ ہاتھ مین لے کے یا آل عباس کا نعرہ لگاتی ہوئی اونٹ سے کود پڑی۔ اور دل مین ٹھان لی کہ جو دشمن سامنے آئے گا اُسے نیزے مار کے گرا دون گی۔

لیکن تھوڑی ہی دیر مین ہمارے مردون کا خاتمہ ہو گیا۔ دشمنون کی اس قدر کثرت تھی کہ کسی کے بنائے کچھ نہ بنی۔ پہلے میرے شوہر عباس جنت کو

سدھارے۔ اُن کے بعد بھائی نے جام شہادت پیا۔ میرا بھتیجا محمد بھی ایک کافر کے نیزے میں چھد کے رہ گیا۔ فقط علی باقی تھا کہ اُس پر بھی ایک خرمی نے تلوار ماری مگر تلوار پڑنے سے پہلے ہی میں دوڑ کے اُس سے لپٹ گئی۔ اور دشمن کا وار ہم دونوں پر پڑا۔ ہم دونوں زخمی ہو کے گرے اور ساتھ ہی میں بیہوش ہو گئی۔ مگر بیہوش ہونے سے پہلے میں نے ریحانہ کو سُنا کہ اپنی مہین آواز میں کہہ رہی ہے۔ "معتصم! او معتصم! کہاں ہے؟ آ۔ اور ہماری مدد کر!"

معتصم۔" (بیتابی اور بے اختیاری کے جوش سے) "لبیک! لبیک! میں آیا!"

عالیہ۔" اُس کے یہ کلمات سُنتی ہوئی میں بیہوش ہوئی تھی۔ اور دوسرے دن جب ہوش آیا تو اُس وقت بھی یہی لفظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔ مگر افسوس آنکھ کھول کے دیکھا تو اُس کا پتہ نہ تھا۔ اور اُس پہ کیا موقوف ہے اپنے لوگوں ہی سے کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔ اُس وقت میں خرمیوں کے شہر بُذ میں تھی۔ جہاں اُن لوگوں کا کافر سردار بابک رہتا ہے اور ہر وقت شراب کے نشے میں مخمور رہا کرتا ہے۔ میں ایسے لوگوں میں گھری ہوئی تھی جو میری زبان سے ناآشنا تھے۔ مگر میں اُن کی بولی سمجھتی تھی۔ اب معلوم ہوا کہ میں ایک خرمی کی لونڈی ہوں۔ اور اُسی کے گھر میں ہوں۔ میرا زخم کاری نہ تھا۔ موت سے نا امیدی تھی۔ اور اِس کمبخت زندگی سے پیچھا چھوٹنا دشوار نظر آتا تھا۔ جو عورتیں اور مرد میرے آس پاس تھے اُن سے بار بار پوچھتی تھی کہ میرا بھتیجا علی کیسا ہے؟ اور میری بیٹی ریحانہ کہاں ہے؟ مگر کسی نے کچھ نہ بتایا۔ میری صورت دیکھ دیکھ کے سب ہنستے اور مضحکہ اڑاتے تھے۔

دو چار روز میں جب میرا زخم اچھا ہو گیا تو وہ خرمی شخص جو میری قسمت کا مالک تھا مجھ سے کہنے لگا "تم رات دن رویا کرتی ہو اور ایسی ہر وقت دُکھ اُٹھانے والی لونڈی کو میں نہیں چاہتا۔ بہتر یہ ہو کہ تم اپنے گھر پہونچ جاؤ۔ لیکن تمہارے گھر پہونچنے کی سب سے اچھی تدبیر یہ ہو سکتی ہے کہ تُرکن بن جاؤ۔ اور میں تمہیں ترکن کہہ کے ابن جلود کے ہاتھ بیچ ڈالوں

جو تمہارے بادشاہ المعتصم باللہ کے لیے ترکی قوم کے لونڈی غلام ڈھونڈھتا پھرتا ہے۔ تم فارسی بول لیتی ہو۔ ترکستان میں رہ کے تھوڑی بہت ترکی بھی سیکھ گئی ہو اس لیے میں اُس سے یہ کہوں گا کہ یہ لونڈی اگرچہ ترکن ہے مگر عربی خوب بول لیتی ہے" مجھے تو امیرالمومنین تک پہونچ کے ریحانہ کا پیام پہونچانا تھا فوراً راضی ہو گئی۔ اُس نے آذربایجان میں لے جا کے مجھے ابن جلود کے ایک ملازم کے ہاتھ ترکن کہہ کے اچھے داموں پر فروخت کیا۔ اور میں اس تدبیر سے یہاں آئی۔ اور اب اے خلیفہ تیرے سامنے کھڑی ہوں۔ مگر معتصم! اپنے خاندان کی ایک مظلوم لڑکی کی فریاد سن! اور اُس کی مدد کو پہونچ! تو نہیں سنتا۔ مگر میں ریحانہ کی وہ آواز اِس گھڑی تک سُن رہی ہوں۔ اور صرف اس لیے زندہ ہوں کہ تجھے انتقام لیتے اور تیرا یہ عہد پورا ہوتے دیکھوں"

معتصم "میرا عہد اسی وقت پورا ہو گا۔ میں اپنی عباسیہ بھتیجی کی مدد کو خود جاتا۔ لیکن اِس وقت کیسی زبردست مہمیں پیش ہیں جن کی وجہ سے میرا بغداد سے نکلنا مناسب نہیں ہے۔ خیر اِس کام کے لیے میں ایک ایسے شخص کو منتخب کرتا ہوں جو مجھ سے زیادہ خوبی و سرگرمی سے اس خدمت کو انجام دیگا" یہ کہتے ہی اُس نے اپنے ایک حاجب کو حکم دیا کہ "حیدر افشین کو بلا دو"

معتصم کے حکم کے ساتھ ہی وہ حاجب اور اُس کے ساتھ بہت سے ہرکارے دوڑے۔ اور معتصم نے ابن جلود کو قریب بلا کے کہا "میں نے تمھارا قصور معاف کیا۔ مگر یہ نہ سمجھنا کہ تم بے گناہ ہو۔ تم ایک عباسیہ خاتون کو لونڈیوں کی طرح میرے سامنے لائے۔ تم شاید یہ کہو کہ مجھے دھوکا دیا گیا اور مجھے اِس کی خبر نہ تھی۔ مگر تمھیں خبر کیوں نہ ہوئی؟ اتنے دنوں سے بردہ فروشی کر رہے ہو اور آج تک اتنی تمیز نہ آئی کہ ایک عربیہ خاتون کو عجمیہ عورتوں سے تمیز کرو! مگر اسی شریف عربیہ کے طفیل میں اور اسی کے کہنے سے تم کو آزادی دی جاتی ہے۔ مگر سخت تاکید کے ساتھ کہ پھر ایسا قصور نہ ہو"

ابن جلود اِس مرحمت و جان بخشی پر اظہار شکر گزاری کر رہا تھا

کہ ایک قوی ہیکل زبردست تن و توش اور چوڑے چہرے کا ترکی سردار جو براق زرہ پہنے اور سر سے پاؤن تک دریائے آہن مین غرق تھا معتصم کے سامنے آیا۔ سینے پر ہاتھ رکھ کے رکوع کے درجے تک جھکا۔ اور ادب سے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔

معتصم "افشین۔ مین جانتا تھا کہ میرے سپہ سالار اسحٰق بن ابراہیم نے اپنی دو سال پیشتر کی مہم مین بابک خرمی کا فتنہ مٹا دیا۔ جب اُس نے ایک لاکھ جاوید یانی مار ڈالے۔ اور اُن کے ہزارون لڑکے اور عورتین پکڑ لایا تھا۔ جس سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ بابک سے پھر کوئی گستاخی نہ ہو گی۔ مگر نہین اُس کی شرارتین اب تک جاری ہین۔ اور ضرورت ہے کہ اُس کا بالکل استیصال کر دیا جائے۔ اب اس خدمت کو مین تمھارے سپرد کرتا ہون۔ خوب یاد رکھو کہ یہی تمھاری وفاداری و جان نثاری کا امتحان ہے۔ تم نو مسلم ہو۔ مجوس کے عقائد و خیالات سے آشنا ہو۔ اُس سرزمین کے چپے چپے سے اور وہان کے پہاڑون کی ہر ہر گھاٹی سے واقف ہو لہٰذا اس خدمت کو جس خوبی سے تم انجام دے سکتے ہو کوئی نہین انجام دے سکتا۔ تمھاری نسبت بعض لوگون کو گمان ہے کہ دل سے ایمان نہین لائے ہو فقط دکھانے کے لیے مسلمان ہو۔ اور قوم عرب سے تم کو عناد ہے۔ اپنے دامن پر سے اس بدنامی کا دھبہ مٹانے کا تم کو اس سے بہتر موقع نہ مل سکے گا۔ ایک عباسیہ لڑکی ترکیانہ بدکار و سفاک بابک کے ہاتھ مین اسیر ہے۔ اور بیکسی مین مجھے پکار رہی ہے۔ مین نے اُس کی صدائے فریاد سُنی اور بے اختیار لبیک کہہ دی۔ اس لیے تم اِس مہم پر میری طرف سے اور میری جگہ جا رہے ہو۔ فوراً زبردست لشکر لے کے جاؤ۔ اُس عباسیہ شاہزادی کو عزت و حرمت سے اور بابک خرمی کو پابزنجیر اور طوق و سلاسل مین جکڑ کے میرے سامنے حاضر کرو۔ فوج اور خزانے سے تم کو برابر مدد پہونچتی رہے گی۔ مگر تم بھی اپنی روزانہ کار گزاری کی خبر میرے پاس بھیجتے رہنا"

افشین نے اپنے صاحب تاج آقا کا حکم سنتے ہی قبول کیا کہ "امیر المومنین کے تمام نصائح و احکام ہر وقت غلام کے پیش نظر رہین گے"

معتصم "تمھارا نام افشین ہے اور تمھارے باپ کا نام کاؤس تھا۔ یہ دونون کفر کے نام ہین جن کی وجہ سے تم شرفا و معززین کی نظر مین ذلیل ہو۔ مگر تمھارے اسلامی نام "حیدر" سے مین امید کرتا ہون کہ تم کو بجاے ایک ترکی غلام کے شیر بیشۂ عرب بنا کے دکھا دے گا۔"

افشین "مین اپنی کارگزاری و جان نثاری سے امیرالمومنین کی اس امید کو پورا کر دون گا۔"

معتصم "بہتر تو اب قصر مین چل کے سپہ سالاری کا پروانہ لو۔ اسی ہفتے مین روانہ ہو جاؤ۔ اور بہت جلد واپس آکے فتحمندی کا خلعت حاصل کرو۔"

یہ کہہ کے معتصم نے اُس عباسیہ خاتون عالیہ کی طرف دیکھ کے کہا "تم میرے ساتھ چل کے محل مین رہو۔ اور امید رکھو کہ بہت جلد تمھاری ریحانہ تم سے آملے گی۔"

عالیہ "مگر امیرالمومنین۔ مجھ سے یہان خاموش نہ بیٹھا جائے گا۔ مین ایک کے لیے نہین بلکہ اپنے سارے خاندان کے لیے رو رہی ہون۔ اور اگر کہین بیکار ہو کے بیٹھی تو یہ آہ و زاری مجھے زندہ نہ چھوڑے گی۔ حالانکہ مین انتقام پورا ہونے کے وقت تک زندہ رہنا چاہتی ہون۔ امیرالمومنین مجھے اجازت دین کہ سپہ سالار حیدر افشین کے ساتھ مین بھی میدان جنگ مین جاؤن۔ انتقام گیر اسلحہ کی آب و تاب اپنی شوق بھری آنکھون سے دیکھون اور جہان تک مجھ سے بنے امیرالمومنین کی فوج کو اپنی کارگزاریون سے مدد دون۔ وہان مین بیکار نہ بیٹھون گی۔ امیرالمومنین کی خدمت بجا لاؤن گی۔ اور یہی مشغولیت میری زندگی کا سہارا ہو گی۔"

معتصم "تمھین وہان جانے کا ایسا ہی شوق ہے تو مین تم کو افشین کے سپرد کیے دیتا ہون۔"

(افشین سے) "دیکھو اس محترم خاتون کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اور ہمیشہ عزت و حرمت سے رکھنا۔ اور جب کبھی یہ کسی قسم کی مدد مانگے تو اُس مین تامل اور کوتاہی نہ کرنا۔"

اس کے بعد معتصم تصریں جا کے سریر خلافت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اُس کے وزیر محمد بن عبدالملک الزیّات نے اپنے ہاتھ سے افشین کو خلعت سرفرازی پہنایا۔ پھر اُس عباسیہ عورت کو بھی انعام دینے کا قصد کیا گیا۔ مگر اُس نے قطعاً انکار کیا۔ اور کہا "میں اُسی وقت انعام لوں گی جب انتقام پورا ہو چکے گا۔ اور اپنی بیٹی ریحانہ کو لے کے حاضر ہوں گی۔ اس وقت بس اتنی ہی مدد کافی ہے کہ سردار افشین میری خبر لیتے رہیں۔ اور میری ضرورتیں پوری کر دیا کریں۔" معتصم نے افشین کو اس کی بھی ہدایت کی۔ اور اس کے بعد دربار برخواست ہو گیا۔

دوسرا باب

بابک خُرّمی

صحابۂ رسول خدا صلعم کی زبردست تلواروں نے جب مملکت عجم کی طرف رُخ کیا تو چند ہی روز میں دولت ساسانی ہوا ہو گئی۔ اور پتہ بھی نہ لگا کہ کہاں تھی اور کہاں گئی۔ ایران کو فتح کرتے ہی مسلمانوں نے بلاد عجم میں تعلیم قرآن کے مدارس جاری کر دیے۔ اور اُن کے ساتھ ہی تبلیغ دین ہونے لگی۔ جس کی برکت سے چند روز میں رعایا کا زیادہ حصہ مسلمان ہو گیا۔ اور اگرچہ مجوس (آتش پرستوں) کو ذمّی بن کے اپنے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی حاصل تھی مگر عربوں کی مستعدی و سرگرمی۔ اور اُن کی امارت و شجاعت کا ایسا اثر پڑ رہا تھا کہ تمام ایرانی خود ہی ذوق و شوق اور جوش و خروش سے دین اسلام قبول کرتے چلے جاتے تھے۔

مگر اس عام ہدایت نے جہاں عجمیوں میں سے بہت بڑے بڑے ائمۂ دین اور امام محمد بن اسمٰعیل بخاری۔ اور امام ابوحنیفۂ کوفی کے ایسے مقتدایان اُمت پیدا کیے۔ وہاں بہت سے ایسے منافق بھی پیدا کر دیے جو بظاہر تو دربار خلافت سے فائدہ اُٹھانے کے لیے مسلمان تھے۔ مگر دل میں کافر۔ عربوں کے دشمن فارسیوں

کے ہوا خواہ - اسلام سے بیزار - اور مجوسیت کے نشۂ تعصب مین سرشار - اِن منافق عجمیون نے اپنی دشمنی پوری کرنے کے لیے دو وضعین اختیار کین - بعض نے تو مسلمان بن کے مسلمانون کے عقائد مین تفرقہ ڈالا - اور اُس وقت کے اہل علم مین شریک ہو کے عربون مین باہمی اختلافات پیدا کیے - اُن مخالفتون کو بڑھایا - اور ذرا ذرا سے مسائل کو طول دے دے کے بیسیون فرقے پیدا کر دیے - اور بعض نے یہ شان اختیار کی کہ جب موقع ملتا ایرانیون مین عربون کے مذہب اور دولت خلافت کے خلاف وعظ کہتے - اور جہان اُن کے گرد کوئی گروہ جمع ہو جاتا علم بغاوت بلند کر دیتے -

یہ دونون گروہ خطرناک تھے - مگر خون ریزی اور ملکی برہمی و بدنظمی کا باعث زیادہ تر آخر الذکر گروہ ہی ہوا کرتا تھا - اس لیے کہ وہ خلفا کی سطوت و حکومت مین خلل انداز ہوتے - اور نتیجہ مین اپنے ساتھ ہزارہا خلقت کو قتل کرا دیا کرتے -

مگر فاتحان عرب نے ابتدا ً اُنھین اپنی شجاعت کا ایسا اچھا سبق دیدیا تھا کہ اِن ایرانی فتنہ جویون کو سر اُٹھانے کی جُرأت نہ ہو سکتی تھی - عربی سطوت سے دبے ہوئے تھے - اور سرکشی کا حوصلہ پست تھا - اس پر بھی بعہد ہشام بن عبدالملک خاقان نام اطراف خراسان و عجم کا ایک باغی اُٹھ کھڑا ہوا - جس کو ایرانیت کی محبت مین اِس قدر غلو تھا کہ عربون سے دشمنی رکھتا - اور اُن کے ساتھ اُن کے مذہب حق سے بھی بیزار تھا - آخر ۱۱۹ھ مین وہ بہت سی فتنہ انگیزیون کے بعد قتل ہوا - اور اُس کا فتنہ دور ہو نے پر معلوم ہوا کہ اب میدان صاف ہے -

اسی زمانے مین بنی اُمیہ کے خلاف بنی عباس کے دعواے خلافت کی تحریک شروع ہوئی تو اُن عجمیون نے جو خلافت عرب کے خلاف تھے اِس موقع کو غنیمت سمجھ کے آل عباس کے نقیبون کا ساتھ دیا - اور ابو مسلم خراسانی کے ساتھ سیاہ عباسی جھنڈا بلند کیا - اِس شرکت مین اِن لوگون کی صرف یہ غرض تھی کہ باہمی جنگ دیکا رسے عربون کی قوت کمزور ہو - اور عجمیون

کی اِس عام شورش کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۳۲ھ میں خلافت بنی اُمیہ کا دفتر اُلٹ گیا۔ اور خلافت عباسی شروع ہوئی۔

لیکن یہ نئی عربی دولت جب قوت کے ساتھ قائم ہوگئی تو ان عجمی دشمنان عرب کو نظر آیا کہ اِس انقلاب سے ہمارا مطلب نہ نکلا۔ حکومت و فرمانروائی عربوں ہی کے ہاتھ میں رہی۔ اور ہم اب بھی ویسے ہی عربوں کے غلام ہیں جیسے کہ پہلے تھے۔ اب بہ نسبت سابق کے اُن لوگوں کا حوصلہ کسی قدر بڑھ گیا تھا۔ اس لیے کہ اُن کے دماغوں میں بسی ہوئی تھی کہ خلافت بنی اُمیہ کا تخت ہمیں نے اُلٹا ہے۔ اور بنی عباس کو ہمیں نے خلافت دلوائی ہے لہذا اب اُن کے جوشِ سرکشی میں بیقراری و بیتابی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ جس کا ظہور پہلے تو خود ابو مسلم خراسانی کے عقائد اور طرزِ عمل سے ہوا۔ اور جب وہ خلیفہ ابو جعفر منصور کے ہاتھ سے قتل ہوگیا تو خراسان کے عجمی شورش پسندوں کو ایک بہانہ ہاتھ آگیا۔

اس موقع پر سنباذ نام ایک شخص جو مجوسی العقیدہ اور پارسی الاصل تھا ابو مسلم کے انتقام کا دعویدار ہوا۔ بہت سے پارسی اور ابو مسلم جان نثاران ابو مسلم اُس کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور سارے ایران میں ایک ہنگامۂ عظیم بپا ہوگیا آخر عساکر خلافت نے ۱۳۷ھ میں جا کے اُس کا قلع قمع کیا۔ اور وہ بھاگتا ہوا مارا گیا۔

اس کے چار ہی سال بعد ۱۴۱ھ میں ابو مسلم اور سنباذ کے پیروؤں نے ایک عجیب عنوان سے خاص بغداد میں ہنگامہ بپا کر دیا۔ اب یہ لوگ "راوندی" کہلاتے تھے۔ تناسخ کے قائل تھے۔ اور دعوی کرتے تھے کہ جو روح حضرت آدم کے جسد میں تھی وہ عثمان بن نہیک نام اُن کے ایک مقتدا کے جسم میں ظاہر ہوئی ہے۔ اُن کا پروردگار اور رزاق مطلق خلیفہ منصور ہے۔ اور فرشتہ جبرئیل ہیثم بن معاویہ کی صورت میں آشکارا ہوا ہے۔ ان لوگوں کا جم غفیر جس میں ہزارہا خراسانی و عجمی تھے بڑے جوش عقیدت کے ساتھ خراسان سے چل کے بغداد میں پہونچا! جیسے ہی منصور کا قصر نظر آیا سب نے غل مچایا "یہ ہمارے پروردگار کا محل ہے" یہ کلمۂ کفر سُن کر منصور کو بڑا غصہ آیا۔ اُن کے دو سو سرغنا گرفتار

کرکے قید خانے مین بھیج دیے۔ منصور کا یہ رنگ دیکھ کے یہ راوندی لوگ بگڑ کھڑے
ہوئے۔ شہر مین ہنگامہ مچا دیا۔ اور اپنے اُس خدا سے لڑنے کو تیار ہو گئے
جسے پروردگار اور رزاق مطلق بتاتے تھے مشکلون سے یہ فتنہ دور کیا گیا۔ مگر اس قدر
خطرناک تھا کہ خود منصور کی جان کا اندیشہ تھا۔

اس کے نو برس بعد منصور ہی کے زمانے اور ۱۵۰ھ مین
مشرقی قلمرو خلافت مین اُستاذسیس نام ایک شخص تین لاکھ اہل ہرات
بادغیس۔ اور سیستان کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا۔ نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور اس کے
پیرو دن نے مسلمانون کو لوٹنا مارنا شروع کیا۔ اور مسلمان رعایا کی بے آبروئی
وبے حُرمتی ہونے لگی۔ جو پہلا اسلامی لشکر اُس کے مقابلے کو گیا اُسے شکست
دی۔ سپہ سالار کو مار ڈالا۔ بہت سے نامور سرداران عرب اُس کے ہاتھ سے
شہید ہوئے۔ صدہا پاکدامن خاتونین اُس کے تصرف مین جا کے بے عزت
ہوئین۔ اور سارے خراسان پر اُس کا قبضہ ہو گیا۔ آخر ولی عہد خلافت
مہدی منتخب فوج لے کے اُس کے مقابلے کو گیا۔ اُسے شکست دی۔ اُس کے
ستر ہزار پیرو قتل ہوئے۔ اور وہ خود مع اپنے خاندان والون کے گرفتار
کرکے بغداد مین پابزنجیر لایا گیا۔ اور اُس کا فتنہ دور ہوا۔ بعض اہل تاریخ
کہتے ہین کہ یہی اُستاذسیس خلیفہ مامون کا نانا تھا۔ اُس کی بیٹی مراجل جب گرفتار
ہو کے گئی تو ہارون رشید کے حرمون مین شامل ہوئی۔ اور اسی کے بطن سے
مامون پیدا ہوا۔

اس ہنگامے کو بھی تھوڑے ہی سال گزرے تھے کہ ۱۶۵ھ مین خراسان
ہی کے اندر ابن مقنع ظاہر ہوا۔ یہ ایک کانا اور پستہ قد شخص تھا۔ اور مختلف
علوم مین دستگاہ رکھنے کی وجہ سے حکیم کہلاتا تھا۔ اپنی بدصورتی دور کرنے
کے لیے منہ پر ایک سونے کا خوبصورت چہرہ بنا کے لگا لیا تھا۔ ہمیشہ اُسی
سُنہرے چہرے مین نظر آتا اور کبھی اپنی اصلی صورت نہ دکھاتا۔
دعوی یہ تھا کہ مین خود خدا ہون۔ خدا نے آدم کا پُتلا بنایا اور
اُس مین خود حلول کرکے نمودار ہوا۔ پھر وہی انبیا سے سلف کی صورتون

مین آشکارا ہوتے ہوتے آخر کار ابو مسلم خراسانی کی صورت مین ظاہر ہوا۔ اور اُس کے بعد وہی ہاشم کی صورت مین نمایان تھا۔ اور کہتا کہ وہ ہاشم مین خود ہون۔ بہر حال اُس کے مذہب مین انبیا اور یہ سب لوگ ہندؤن کے مذاق کے مطابق اوتار تھے۔ تناسخ کا قائل تھا۔ اور اسی عقیدے نے یہ سب کرشمے پیدا کیے تھے۔

اُس پر مشرقی ایران و خراسان کے ہزارون جہال ایمان لے آئے۔ جو اُس کے آگے ہر طرف سے آ آ کے سجدے کرتے۔ اور لڑائی مین اُسی کا نام لے لے کے مدد مانگتے۔ وہ کہتا تھا کہ ابو مسلم خراسانی جناب رسول خدا صلعم سے افضل و اعلیٰ تھا۔ آخر ۱۶۱ھ مین جب وہ محصور ہو کے بے دست و پا اور مایوس ہو گیا تو اپنے قلعے مین آگ جلوائی پہلے اپنے گھوڑے مویشی اور اپنا سارا مال و اسباب اور کل سرمایہ اُس مین ڈال کے جلا دیا۔ پھر سب سے کہا جو میرے ساتھ آسمان پر چلنا چاہتا ہو اس آگ مین پھاند پڑے۔ یہ کہہ کے خود مع اہل و عیال کے آگ مین پھاند کے جل مرا۔ اور بہت سے اُس کے رفقا نے بھی اُس کا ساتھ دیا۔ اِس واقعے کے بعد اُس کا ہنگامہ فرو ہو گیا۔ مگر پھر بھی عربون سے تعصب رکھنے اور عجمیت کو اہل عرب کی غلامی سے آزاد کرانے کا جوش مٹا نہ تھا صرف دب گیا تھا۔

اسی زمانے مین یوسف برم نام ایک خارجی نے خراسان مین بوزنج کے لوگون کو اپنی طرف بُلایا۔ اور خلافت سے اختلاف ظاہر کیا۔ ہزار ہا آدمی اُس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ لیکن عساکر خلافت نے اُسے بھی گرفتار کر کے بغداد مین اِس شان سے داخل کیا کہ اُونٹ پر اُلٹا یعنی دُم کی طرف مُنہ کیے بیٹھا تھا۔ اِس کے بعد اُس کے ہاتھ پاؤن کاٹے گئے۔ اور پھر مصلوب کر کے مارا گیا۔

اب عجمی بے دینی کا یہ جوش اِس قدر دب گیا تھا کہ مدت تک کسی کو سر اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ ہارون رشید کی سطوت نے سب کو دبائے رکھا۔ اور جب خاندان برامکہ کا خاتمہ ایک آن مین خلیفہ کے ایک

ادنٰی اشارے پر ہو گیا تو سب کو یقین آ گیا کہ اب عربی قوت کو بزور شمشیر مغلوب کرنا امکان سے باہر ہے۔
رشید کے بعد جب آمین اور مامون میں جھگڑا ہوا تو مامون خراسان میں تھا۔ اُس نے اہل عجم کو اپنا ننہالی رشتہ دار تسلیم کر کے اُن کی استمالت شروع کی۔ اور اُنھوں نے بھی یہ دیکھ کے کہ خاندان خلافت ہی کا ایک شاہزادہ اپنا ہوا جاتا ہے ہر طرح سے اُس کا ساتھ دیا۔ اور اُسکی طرفداری میں جوش و خروش سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جب مامون کو فتح ہوئی۔ آمین مارا گیا۔ اور ساری قلمرو خلافت مامون کے قبضے میں آگئی تو عجمیون کا حوصلہ پھر بڑھ گیا۔ اور یہ سمجھنے لگے کہ مامون ہمارا ہے۔ اور ہم نے جس طرح اپنی تلوار سے بنی اُمیہ کا تختہ اُلٹا تھا اُسی طرح اب اپنے بھانجے مامون کو فرمان روائے اسلام بنا دیا۔ بہر حال مامون رشید کے زمانۂ خلافت میں اُن لوگون کو یہ اطمینان رہا کہ موجودہ فرمان روا اگرچہ ہمارا ہم عقیدہ نہیں مگر اُس کے جسم میں ہمارا خون موجود ہے۔ اور مامون جو کہ صاحب علم و ذی فہم تھا اُن لوگون کو بدعقیدگی والحاد سے روکے رہا۔
لیکن مامون ہی کے زمانے میں سنہ ہجری کی دو صدیان پوری ہونے کے بعد جیسے ہی تیسری صدی شروع ہوئی اِس باسی کڑھی میں پھر اُبال آگیا۔ مامون نے اِسی سال جناب امام علی رضا رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا اور اپنی بیٹی آپ کے عقد میں دیدی تھی۔ غالباً مامون کی یہی کارروائی عجمی مخالفان عرب کو ناگوار ہوئی۔ اور اُن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مامون کی اِس حرکت سے پھر خلافت و حکومت اہل عرب میں جاتی ہے۔ اور عجمیہ عورت کے فرزند کے تخت نشین ہونے سے ہمیں جو حق مِل گیا تھا وہ پھر ہم سے چھنا جاتا ہے۔ بس اِس خیال نے ایرانیون میں پھر ایک سخت شورش پیدا کر دی۔ اور سنہ ۲۰۱ھ میں یعنی عین اُسی سال جس میں جناب امام رضا ولی عہد قرار پائے تھے بابک نام ایک عجیب

و غریب شخص اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور سخت ہنگامہ مچا دیا۔

اِن دنون شمالی فارس مین بہت سے مجوس رہتے تھے۔ اور اُن مین ایک خاص فرقہ جاویدانی کے لقب سے مشہور تھا۔ جاوید کے "معنی ازلی" اور "غیر فانی" کے ہین مگر اس فرقے کو یہ نام اس لیے ملا کہ اُس کا بانی مبانی جاویدان نام ایک شخص تھا جو "بُذ" نام ایک شہر مین رہتا اور گرد و پیش کے آتش پرستون پر حاکم تھا۔ اُس کا شہر بُذ پہاڑون کے اندر ایک نہایت ہی محفوظ مقام مین واقع تھا۔ اور ایسی دشوار گزار گھاٹیون اور پیچ در پیچ درون مین سے ہو کے راستہ گیا تھا کہ جبال طالقان کے اندر وہ بالکل ہی ناقابل گزر خیال کیا جاتا۔ جاویدان یہان اطمینان سے بیٹھ کے اپنے مذہب کی تعلیم دیتا اور اپنے پیرون کو عربون کی مخالفت کا جوش دلاتا۔ وہ تناسخ کا قائل تھا۔ محرمات ابدیہ کے ساتھ نکاح کرنا جائز سمجھتا۔ اور شراب کو شیر مادر خیال کرتا۔

جاویدان کے بعد اُس کا جانشین اور شہر بُذ کا حاکم بابک ہو گیا جو بوجہ اس کے کہ معتقدون کی عورتون کے حسن سے فائدہ اُٹھانے کو ایک مسرت خیال کرتا اپنے آپ کو خرمی کے لقب سے مشہور کرتا تھا۔ بابک خرمی نے جب چندروز تک اندر ہی اندر اپنی قوت بڑھا لی تو سنہ ۲۰۱ھ مین بغاوت اور سرکشی کا اعلان کر دیا۔ اور مسلمان قافلون کو جو خراسان اور عراق کے درمیان مین برابر آتے جاتے رہتے تھے لوٹنا مارنا شروع کیا۔ قرب و جوار کے شہرون پر جن مین مسلمان آباد تھے اچانک جا پڑتا۔ جو مزاحم ہوتا اُسے قتل کر ڈالتا۔ اور مسلمان عورتون اور لڑکیون کو لونڈی غلام بنانے کے لیے پکڑ لے جاتا۔ ہوتے ہوتے اُس نے آذربائجان سے مازندران تک سارے علاقے کو اپنے زیر اثر کر لیا۔ اور اُس کے استیصال کی جو کوشش کی جاتی اُس مین قطعی ناکامی ہوتی۔ اس لیے کہ چاہے کتنا ہی بڑا زبردست لشکر اور کیسا ہی بیلتن پہلوان اُس کے مقابلے پر جاتا شکست کھا کے ناکام

و نامراد واپس آتا۔ بابک اسے ناگہان کی طرف یکایک حملہ کر کے اُسے پریشان کر دیتا۔ اور اگر یہ دیکھتا کہ حریف زبردست ہے تو فوراً بھاگ کے پہاڑون مین چھپ رہتا۔ اور پھر کسی کو اُس تک پہونچنا غیر ممکن ہوتا۔

مامون ہی کے زمانے مین یہ فتنہ بہت طول کھینچ چکا تھا۔ یہان تک کہ ۲۰۵ھ مین اُس نے اپنے ایک نامور سپہ سالار عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو حاکم آذربائجان مقرر کر کے حکم دیا کہ بابک خرّمی کا فتنہ دور کرے۔ لیکن اُسے جاتے ہی شکست ہو گئی۔ اور جو لشکر اُس کے ساتھ گیا تھا تباہ ہو گیا۔ دو سال بعد جب مامون نے دیکھا کہ دشمن اسلام خرّمیون کی شورش بڑھتی ہی جاتی ہے تو ایک اور سردار کو جس کا نام علی بن صدقہ تھا اور زُریق کے لقب سے مشہور تھا روانہ کیا۔ اُس نے اپنی طرف سے احمد بن جنید اسکافی کو بابک کے مقابلہ پر بھیجا۔ اُسے بابک نے اپنے پہاڑی درون مین گھیر کے گرفتار کر لیا۔ اور لطف یہ ہوا کہ بابک کی سرکشی کو بارور دیکھ کے زُریق بھی باغی ہو گیا۔ اب ابراہیم بن لیث والی آذربائجان بنا کے بھیجا گیا۔ اور اس ہنگامے کے دبانے کا کام اُس کے سپرد ہوا۔ مگر اُس کے بنائے بھی کچھ نہ بنی۔

آخر مامون نے جوش مین آ کے ۲۱۱ھ مین محمد بن حمید طوسی کو روانہ کیا کہ زُریق اور بابک دونون کو سرتابی و سرکشی کی سزا دے۔ اُس نے زُریق کا تو کام تمام کر دیا۔ مگر بابک کے مقابلے پر اُس کے کوہستانی علاقے مین جا کے خرّمیون سے شکست کھائی۔ اور بابک کے ہاتھ سے مارا گیا۔ یہ نہایت ہی نامور فیاض اور ہر دلعزیز شخص تھا جس کی شہادت کا حال معلوم ہوتے ہی شعرائے عرب نے اُس کے مرثیے کہے۔ اور مامون کو اُس کے مارے جانے کا بڑا ملال اور صدمہ ہوا۔

اس واقعے نے خرّمیون کا زور سارے فارس مین بڑھا دیا۔ بہت سے لوگ ڈر گئے اور بہت سے اُن مین کوئی معجزہ یا کرشمہ تصور کر کے اُن کے دین پر ایمان لے آئے۔ اور سارے بلاد جبل۔ ہمدان۔ اصفہان۔ اور ماژندران کی ہزارہا خلقت بابک کا کلمہ پڑھ کے خرّمیون کے مذہب مین داخل ہو گئی۔

ان لوگون نے علاقۂ ہمدان مین بڑا بھاری لشکر جمع کیا۔ اور کوشش کرنے لگے کہ ساری مملکت فارس و عجم کو عربون کے قبضے سے چھین لین۔

اسی سال اتفاقاً مامون الرشید نے سفر آخرت کیا۔ اور اُس کے جانشین المعتصم نے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی یہ خوفناک ہنگامہ نظر کے سامنے پایا۔ اور اُس کا تدارک سب کامون سے زیادہ مقدم نظر آیا۔ چنانچہ اُس نے ایک ازبردست لشکر جمع کر کے اسحق بن ابراہیم بن مصعب کو اُس کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اور اسے ۲۱۹ھ مین روانہ کیا کہ اپنے حسن تدبیر سے اِس فتنے کو دور کرے۔ اسحق ایک طوفان عظیم کی طرح گرجتا کڑکتا اور بجلیان گراتا ہوا ہمدان مین پہونچا۔ خرمیون کا زور اب اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بجاے پہاڑون مین چھپ کے لڑنے کے وہ میدان مین صف آرا ہو گئے۔ اور بڑی سخت لڑائی ہوئی جس مین بابک کو بڑی بھاری شکست ہوئی۔ وہ تو بھاگ کے اپنے پہاڑون مین ہو رہا۔ مگر اسحق کے سپہگرون نے خرمیون کو چن چن کے اور ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے قتل کرنا شروع کیا۔ کہتے ہین کہ اس فتح کے موقع پر اُس نے ایک لاکھ سے اونچے خرمی قتل کیے۔ اُن کے بے انتہا لڑکون اور عورتون کو اسیر کر لیا۔ اور ہزارون لونڈی غلامون کے ساتھ بغداد مین واپس آیا۔ جہان بڑی دھوم دھام سے اُس کا استقبال کیا گیا

اِس فتح نے مسلمان سردارون کو بے پروا اور بابک کی کارروائیون سے غافل کر دیا۔ مگر وہ اب تک اُسی جوش و خروش سے اپنے دین کی تبلیغ اور قتل و غارت کا میدان گرم کیے ہوئے تھا۔ یہ ملک اس قدر پیچیدہ تھا۔ اُس کی گھاٹیان اِس درجہ تنگ اور پیچ و خم سے بھری ہوئی تھین اور تمام راستے اِس قدر اُلجھاؤ کے تھے کہ بابک کے دارالسلطنت شہر (بذ) تک پہونچنا تو بڑی بات تھی اِن پہاڑون کے اندر داخل ہوتے ہی انسان کی زندگی بالکل بابک کے اختیار مین ہو جاتی۔ اور یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے کارآزمودہ اور نامی گرامی سپہ سالار اُس کے مقابلے مین زک اُٹھا گئے۔

بدقسمتی سے خراسان کے قافلون کا راستہ اُنھین پہاڑون مین

ہو گئے تھا۔ جن پر بابک کو پورا دست برد حاصل تھا۔ اور اب چونکہ اُس کے لاکھون پیرو قتل ہو چکے تھے اِس لیے جو مسلمان اُس کے ہاتھ مین پڑ جاتا عام اس سے کہ سپاہی ہوتا یا تاجر زندہ نہ بچتا۔ اُس نے میکشی کو حلال وطیب ہی نہین ثواب کا کام بتا دیا تھا۔ لہذا جس طرح وہ خود ہر وقت مخمور رہتا اُسی طرح اُس کے پیرو بھی جب دیکھیے نشہ مین جھومتے ہوتے اور سرشار نظر آتے۔ اس عام بدمستی نے اُن لوگون کی اخلاقی حالت بہت ہی خراب کر رکھی تھی۔ جو نیستان اُن کے قبضے مین تھین اُن مین کوئی عورت بھی بے آبروئی سے نہ بچ سکی تھی۔

اِسی اثنا مین وہ قافلہ بھی گزرا جس مین عباسی خاندان کی معزز و محترم خاتون عالیہ اور اُس کے اعزہ تھے جو ترکستان و خراسان کے صدر حجاج کے ساتھ سمرقند سے بغداد کو آ رہے تھے۔ وہ سارا قافلہ لٹ گیا۔ اُس کے مرد قریب قریب سب قتل ہو گئے۔ اور عورتین بے آبرو کرنے کے لیے پکڑ لی گئین۔ عربی نژاد عورتون نے بے کسی اور بے دست و پائی کی حالت مین اور اپنی جان و عزت کے دشمنون کے ہاتھ مین پڑتے وقت آہ و زاری شروع کی۔ اُنھین مین سے ریحانہ نے کمال حسرت و یاس کے ساتھ المعتصم کو پکارا جس کی مسند نشینی خلافت کا آوازہ نیا نیا بلند ہوا تھا۔ اُس کی وہ صدائے فریاد اُس کی مان عالیہ کے ذریعہ سے المعتصم کے کانون تک پہونچی جو اپنی گزشتہ فتح کے غرور مین بابک خرمی کے فتنے کو بھول گیا تھا۔

تیسرا باب

قلعۂ شاہی

آفتاب غروب ہو رہا ہے۔ اور عـلاقۂ آذربائیجان کے قلعۂ شاہی کے ایک بُرج کے کلس کے محاذی آسمان پر چھپٹی ساتوین شب کے ہلال مین خود بخود روشنی پیدا ہو گئی ہے۔ اُس کی ہلکی ہلکی روشنی مین چار شخص تیز دم مگر تھکے ہوئے گھوڑون پر سوار اس قلعہ کی طرف لپکتے چلے جاتے ہین تاکہ رات ہونے سے پہلے ہی قلعے کے اندر داخل

ہو جائین۔ یہ قلعہ جو اِن دنون علاقۂ آذربائجان کے بڑے زبردست قلعون مین سے شمار کیا جاتا تھا اگرچہ اِن تیز رو رہرون کو بالکل قریب نظر آرہا ہے مگر پھر بھی تین چار میل سے کم مسافت پر نہین ہے۔ یہ لوگ قریب کے جنگل اور پہاڑون سے ابھی نکلے ہین۔ اور اب چونکہ اُن کے سامنے مسطح میدان ایک دلکش مرغزار کی صورت مین نمایان ہے اس لیے رات ہوتے ہوتے قلعے مین پہونچ جانے کی امید بندھ گئی ہے اور کوشش کر رہے ہین کہ جس قدر جلد ہو سکے اُس رفیع الشان اور سر بفلک پھاٹک کے نیچے جا کھڑے ہون جو شام کے دُھندلکے مین ایک کالی ڈراؤنی دیو پیکر شے نظر آرہا ہے۔

خاموشی سے چلتے چلتے ایک نے اپنے برابر والے رفیق کی طرف دیکھ کے کہا "خورزاد۔ اب تو یقین ہے کہ ہم پہونچ جائین۔ تم تو یہان رہے ہو قلعے کا پھاٹک کس وقت بند ہوتا ہے؟"

خورزاد "بس دو گھڑی رات گئے کے بعد قلعے مین کوئی نہین داخل ہو سکتا۔ اگر جن دنون کسی قسم کا خطرہ ہوتا ہے چراغ جلتے ہی بند ہو جاتا ہے۔"

پہلا "ہم تو سویرے پہونچ جاتے۔ مگر پہاڑون مین راستہ بھول گئے۔ اور گھنے جنگل مین بے راہ چلنے کی وجہ سے ہر ہر قدم پر بڑے بڑے درخت راستہ روکتے تھے۔ خیر اب ہمین اس قلعے مین پہونچ کے اپنی سردار عصمت کے آنے کی خبر کر دینا لازمی ہے۔ ورنہ اُنھین بڑی تکلیف ہو گی۔ وہ پچھلی رات سے پہلے یہان نہ پہونچ سکین گے۔ اور اُس وقت شاید پھاٹک نہ کھل سکے۔"

خورزاد "فرخ چہر۔ اُس وقت کیا معنی اِس وقت بھی اگر بند ہو گیا تو پھر اِس کا کھلنا غیر ممکن ہے۔ یہان کے حاکم محمد بن بعیث کا معمول ہے کہ قلعے کے پھاٹک بند کروا کے کنجیان خود اپنی جیب مین رکھ لیا کرتا ہے۔ اور شام ہوتے ہی اپنی حرم سرا مین چلا جاتا ہے۔ جہان کسی کی رسائی نہین ہو سکتی اگر ہمارے پہونچنے سے پہلے پھاٹک بند ہو گیا تو ہمین بھی رات بھر باہر ہی پڑا رہنا پڑے گا۔"

فرخ چہر "افسوس ایسے بھٹکے کہ رات گئے پہونچین گے۔ حالانکہ ہمین پہر دن رہے ہی پہونچ جانا چاہیے تھا۔"

خور زاد:- "تمھین جانو- تم تو کہتے تھے کہ راستے سے خوب واقف ہو- ہم تو مین کوئی اچھا راہبر ساتھ لے لیتے- مگر تمھارے اطمینان دلانے سے اس کی ضرورت نہ معلوم ہوئی"

فرخ چہر:- "مین فی الحقیقت اِس راستے سے کئی بار گزرا ہون- مگر آج اتفاق سے بھول گیا"

خور زاد:- "ساری خرابی تمھاری وجہ سے ہوئی- اپنے پڑاؤ سے ہم ایسے وقت چلے تھے کہ ہمارے سردار عصمت اور ہم سب بغیر کسی تردّد کے دن ہی کو پہونچ جاتے- مگر تمھارے بھٹک جانے سے اول تو یہ ہوا کہ ہمارے سردار اپنے سارے لشکر کے ساتھ اِس وقت تک جنگل مین ٹھوکرین کھاتے اور پہاڑون سے ٹکراتے ہون گے- اور اگر ہم تبریز کے قلعے مین نہ داخل ہوگئے تو ہم اور وہ سب رات بھر پریشان ہون گے اور خدا جانے کیا کیا واقعات پیش آئین- ہمارے لیے کسی کھلے میدان مین شب بسر کرنا خطرے سے خالی نہین ہے"

فرخ چہر:- "تو پھر گھوڑے بڑھاؤ- اگر مین راستہ بھول گیا تو پھر مین اِس کی بھی کوشش کرون گا کہ جس طرح ہو سکے ہم اور ہمارے سردار آج کی رات قلعۂ تبریز کے اندر اور یہان کے حاکم محمد بن مغیث کی مہمانی مین بسر کرین- یہ کہتے ہی اُس نے گھوڑے کو ایڑ بتائی- ساتھ ہی خور زاد نے بھی گھوڑے کو للکارا- اور چارون سوار اپنے تھکے ہوے گھوڑون کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے چلے- اور دم بھر مین قلعے کے پھاٹک پر تھے-

اِس وقت دو گھڑی رات جا چکی تھی- ناقص چاند کا قُرب چھوڑ کے سارے آسمان پر تارے روشن ہو گئے تھے- اور اُس کی روشنی مین کوہستان آذربائجان کے صدہا قلعے اپنے سیاہ جسم پر رات کی تیرگی کی قبائین پہنے کھڑے تھے- اور قافلے کے اُونٹون کی طرح ایک قطار مین منسلک ہو کے جنوب سے شمال کی طرف چلے گئے تھے- جن کا جواب قلعۂ شاہی کے بلند کنگرے اور اُس کا عظیم الشان پھاٹک دے رہا تھا- ان چارون

سوارون نے جو بڑی امید و آرزو سے آئے تھے اور یہان تک پہونچتے پہونچتے پسینے پسینے ہو گئے تھے پھاٹک کو قریب آ کے دیکھا تو بند ہو چکا تھا۔ سب کے چہرے اُتر گئے۔ اور فرخ چہر نے اپنے رفیقون کی طرف دیکھ کے کہا "اب کیا ہو گا؟"

خورزاد: "جو کچھ ہو پھاٹک کھلنا تو اب غیر ممکن ہے"

فرخ چہر: (ایک دوسرے رفیق کی طرف متوجہ ہو کے جو عمر مین اِن دونون سے زیادہ معلوم ہوتا تھا۔) "بہروز تمھین بتاؤ کہ اب ہم رات کہان بسر کرین؟"

بہروز: "مایوس نہ ہو! ہم سب دروازے کو کھٹکھٹائین۔ اور خوب غل مچائین۔ کوئی تو سنے گا؟" (چوتھے رفیق سے) "ماہیار۔ تمھاری کیا رائے ہے؟"

ماہیار: "اس کے سوا اور کوئی کیا کر سکتا ہے؟ بلکہ مین کہتا ہون کہ پہلے تو ہم خوب غل مچائین۔ اور یون سماعت نہ ہو تو بغیر اجازت کے چورون کی طرح قلعے مین داخل ہونے کی کوشش کرین۔ مین یہین نہین کوہ قاف کے علاقے اور کوہ البرز کے نواح مین مدتون ڈکیتی اور قزاقی کرتا ــــ"

جملہ پورا نہین ہوا تھا کہ کسی نے اُوپر سے کہا "مگر قلعہ شاہی کوہ البرز سے زیادہ مضبوط ہے۔ اور یہان چورون کی وہان سے زیادہ مرمت ہوتی ہے"

اِس آواز پر سب نے سر اُٹھا کے اوپر دیکھا تو نظر آیا کہ عین پھاٹک کے اوپر زمین سے تینتیس گز بلند ایک جھروکا ہے اور چاند کی روشنی مین معلوم ہوا کہ کوئی شخص اُس مین سے سر نکالے ہوئے ہے۔ یہ خیال کر کے کہ اُسی شخص نے یہ الفاظ کہے ہون گے ماہیار نے چلا کے کہا "ہم نہ چور ہین نہ ڈاکو۔ تمھارے حاکم محمد بن معیث کے دوست۔ اور اپنے ہادی و مقتدا حضرت بابک کے فدائی ہین۔ اور اپنے سردار عصمت کے ہمراہ آئے ہین کہ تمھاری مدد کرین" اس کے جواب پر اُسی شخص نے کہا "اگر عصمت کے سپاہی ہو تو تمھین معلوم ہو گا کہ مغرب کے بعد اس قلعے کا پھاٹک بند ہوتا ہے تو پھر صبح سے پہلے نہین کھل سکتا"

خورزاد: "خوب معلوم ہے اور اسی لیے ارادہ کر کے چلے تھے کہ غروب آفتاب

سے پہلے یہان پہونچ جائین گے۔ مگر راستہ بھول گئے۔ اور بڑی دیر تک وادیون اور گھاٹیون مین ٹکراتے پھرے۔ شام کے قریب ایک کوہبان (پہاڑ کے چوکیدار) کی مدد سے راستہ ملا۔ مگر اُس نے بتایا کہ سارے لشکر اور پیدل سپاہ کے یہان تک پہونچنے کا راستہ چکّر کا ہے اور اُس راہ سے ہم مع اپنے تمام لشکر کے آدھی رات سے پہلے یہان نہ پہونچ سکین گے۔ اُس نے ایک ایسا راستہ بھی بتایا جو بہت ہی تنگ گھاٹیون سے گزر کے اور دو بلند چوٹیون پر چڑھ کے آنے کا ہے اور وہ دو ہی تین گھنٹون مین قلعۂ شاہی تک پہونچا سکتا ہے۔ لیکن اُس راستے سے دو چار سوارون یا پیدل سپاہیون کے سوا زیادہ آدمی نہین گزر سکتے۔ یہ سُن کے عصمت نے ہم چند سوارون کو اُس نزدیک کے راستے سے دوڑایا کہ جہان تک بنے مغرب سے پہلے پہونچ کے اُن کے دوست سردار ابن مغیث کو خبر کر دین۔ تاکہ وہ آج رات کو اُن کے آنے کے وقت تک پھاٹک کھلا رکھین۔"

شخص "اِس کا کیا ثبوت کہ تم بابک خرمی کے مرید اور اُن کے سپہ سالار عصمت کی فوج کے سپاہی ہو؟ یا تو ابھی تم اپنی قزاقی اور ڈکیتی کا ذکر کر رہے تھے اور چورون کی طرح قلعے مین گھسنے کی تدبیرین سوچتے تھے یا اتنی دیر مین عصمت کے سپاہی بن گئے!"

ماہیار "یہ مین نے اپنی زندگی کا ایک مدت کا واقعہ بیان کیا تھا۔ اور چورون کی طرح اندر آنے کا ارادہ اس لیے تھا کہ ہزار دروازہ کھٹکھٹایا کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ کون ہین؟"

شخص "مین قلعہ کا دربان ہون۔ اور رات کو پھاٹک کے اوپر اسی جھروکے کے پاس سویا کرتا ہون"

خورزاد "تو مہربانی کر کے اپنے آقا محمد بن مغیث کو ہمارے آنے کی خبر کر دیجیے"

دربان "اِس وقت اُن کے پاس کون جا سکتا ہے؟ وہ محل مین پہونچ گئے اپنی حرمون مین آرام فرماتے ہون گے کسی کی مجال نہین کہ اُن کے عیش مین خلل ڈالے"

فرخ چہر۔ "اور پھاٹک کی کنجیاں کس کے پاس ہیں؟"

دربان۔ "پھاٹک اپنے سامنے بند کرا کے کنجیاں وہ خود اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔"

فرخ چہر۔ "تو رات کو اگر ناگہان کوئی دشمن قلعے پر آ پڑے تو بھی اُنھیں خبر نہ کی جائے گی؟"

دربان۔ (قہقہہ مار کے) "دشمن جب آئے گا دیکھا جائے گا۔ تمھارے سے چند چوہوں کے لیے اکیلا میں اور میرے دس پہرے والے سپاہی کافی ہیں۔"

خورزاد۔ (طیش میں آ کے اور برہمی کے لہجے میں) "اگر ہم سے بگاڑ نا تم سمجھتے ہو کہ کسی بڑے سے بڑے دشمن کے حملے سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔ خوب یاد رکھو کہ حضرت اقدس و اعلیٰ بابک کو ناراض کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اُن کو ناراض کرنا زندگی سے ہاتھ دھونا ہے۔ یزدان پاک نے فیصلہ کر دیا ہے کہ ان مینو سواد پہاڑوں میں وہی رہے گا جو آئین پاکی کا پیرو اور حضرت بابک کا مطیع و منقاد ہو گا۔"

دربان۔ "لیکن ہمیں کیونکر یقین آئے کہ تم عصمت کے ہمراہی ہو؟"

فرخ چہر۔ "تمھارے یقین کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ ہم دوستوں کے آئے ہیں۔ اور اپنے کام کے لیے نہیں۔ تمھیں اُس عظیم الشان تباہی سے بچانے کو آئے ہیں جو تمھارے سر پر آ پہونچی ہے۔"

دربان۔ (ہنس کے) "ایسے فقروں میں قلعۂ شاہی کا دربان نہیں آ سکتا۔"

فرخ چہر۔ "خیر تو اب یہی فیصلہ ہے کہ ہم اور ہمارے سردار عصمت جو اس لیے آئے تھے کہ ابن الرواد کے حملے سے جو بغداد سے ایک زبردست لشکر لے کے آ رہا ہے تمھیں بچائیں اُسی کے ساتھ مل جائیں۔ اور بجائے تمھاری مدد کے تمھاری تباہی اور ہلاکت کی کوشش کریں گے۔

دربان۔ (اضطراب کے لہجے میں) "کیا یہ صحیح ہے؟ پرسوں یہاں بھی بازاریوں میں ابن الرواد کے آنے کی افواہ مشہور ہوئی تھی مگر کسی نے

اس کا یقین نہیں کیا۔"

فرخ چہر۔ "اب پرسوں جب وہ زبردست لشکر آکے محاصرہ کرے گا اُس وقت یقین کرنا۔ مگر اُس سے پہلے بلکہ آج ہی آدھی رات سے ہمارا لشکر محاصرہ کر لے گا۔ تاکہ قلعہ والوں میں سے کوئی زندہ بچ کے نہ نکل سکے۔"

دربان۔ "تم تو ایسی باتیں کرتے ہو کہ مجھے ہر طرف سے خطرے ہی خطرے نظر آتے ہیں۔ مگر یقین جانو کہ رات کے وقت مجھے سعینث کی حرم سرا کی ڈیوڑھی میں قدم رکھنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ فقط اس لیے نہیں کہ وہ عیش و عشرت کے وقت کسی فکر کو پاس نہیں آنے دیتے بلکہ اس سبب سے بھی کہ وہ نہایت ہی غیور واقع ہوئے ہیں۔ اور اس کے روادار نہیں کہ اُن کی حرموں کے پاس پرندہ بھی پر مارے۔"

خورزاد۔ "یہی حال ہے تو وہ خوب حکومت کریں گے۔ ہمارے حضرت اقدس و اعلیٰ جناب بابک اگرچہ خود یزدان پاک نہاد کا ایک جلوۂ کمال ہیں۔ اور بقول تمھارے پیغمبر کے کہ اللہ جمیل ویحب الجمال وہ مہ جبین عورتوں سے اتنا اُنس رکھتے ہیں کہ ہر پری جمال نازنین چاہے کوئی ہو اور کسی گھر میں ہو اُن کے لیے مباح ہے۔ اور شب و روز نگاہوں کے نازک ادا گوری بانہوں سے دم بدم ارغوان کے جام پیتے رہتے ہیں۔ لیکن مجال کیا کہ ایک گھڑی کے لیے بھی غافل ہو جائیں۔ ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتے ہیں۔ اور دشمن کہیں ہو اُس کے سر پر اپنی یزدانی قوت سے برق جہان سوز کی طرح ایک چشم زدن میں جا پہونچتے ہیں۔ اُن کی یہی سرورشتہ تائی قوت ہے جس نے عربوں کو ہر جگہ ذلیل و خوار کر رکھا ہے۔"

ماہیار۔ "ایسے یزدان مظہر آقا کو قلعۂ شاہی کے حاکم کے ایسے غافل و عیش پرست دوست نہیں چاہیے۔"

دربان۔ "خیر میں جا کے جس طرح بنے خبر کرتا ہوں۔ لیکن تم لوگوں میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جسے وہ پہچانتے ہوں؟"

خورزاد۔ "مجھے وہ خوب پہچانتے ہیں۔ میں حضرت بابک کے حکم سے دو مہینے

یہان رہا تھا۔ اور اکثر اُن کے ہمراہ رہا کرتا تھا۔ غالبًا تم نے بھی کبھی دیکھا ہو۔ مگر اپنا نام بتاؤ تو شاید تمھین پہچان کے مین کچھ پتہ دے سکون "

دربان " میرا نام شبل بن ہمنیا رہے۔ پہلے خاص محل کے پہرے پر تھا۔ اب کئی مہینے سے قلعہ کے پھاٹک پر متعین ہون "

خورزاد " تو کہہ دو کہ حضرت بابک کی ساقیۂ محبوبہ ماہ آفرید کا بھائی خورزاد حاضر ہے۔ اس پتے سے تم بھی پہچان لوگے اور تمھارے آقا بھی سمجھ جائین گے "

شبل " (دربان) "اچھا تو تھوڑی دیر ٹھہرو۔ مین محل مین جا کے خبر کرتا ہون "

یہ کہہ کے دربان چلا گیا۔ اور یہ لوگ گھوڑون سے اُتر کے پھاٹک کے برآمدے کے سایے مین چارجامے بچھا کے بیٹھ گئے۔ پورا ایک گھنٹہ نہ گزرا ہو گا کہ برف پڑنے لگی جو سارے میدان مین دُھنکی ہوئی سفید براق روئی کی طرح زمین پر بچھتی جاتی تھی۔ برف کو دیکھ کے یہ لوگ بہت گھبرائے۔ اور فرخ چہر نے وحشت و خوف کے لہجے مین کہا "اِس برف مین ہمارے سردار عصمت کیسے آئین گے؟"

ماہیار " بڑی مشکل کا سامنا ہے۔ دعا کرو کہ حضرت بابک کی توجہ سے زیادہ برفباری نہ ہو "

بہروز " ابھی تک تو وہ چلے آئین گے۔ لیکن اس سے زیادہ برف پڑی تو نہ گھوڑے قدم اُٹھا سکین گے نہ آدمی " یہ کہہ کے وہ اُٹھ کے دو قدم آگے گیا۔ نیزے کے نیچے والی شام کو برف مین گڑو کے ناپا۔ اور بولا "دو اُنگل برف پڑ چکی ہے "

خورزاد " خیر یہان تک غنیمت ہے۔ لیکن ایک بالشت سے زیادہ بڑھی تو جانو قیامت ہے۔ آؤ ہم سب حضرت اقدس داعلیٰ بابک کی طرف توجہ کر کے اُن سے التجا کرین کہ یہ مصیبت دور ہو۔ ورنہ ہمارے سردار عصمت کے ساتھیون مین سے ایک بھی زندہ نہ بچے گا " اِس تجویز کے مطابق کُل آٹھی رفقا اپنے شہریز کی طرف رُخ کر کے ادب سے دو زانو ہو اپنے سرون کو سینون پر جھکا کے مراقبے مین مشغول ہو گئے۔ یہ لوگ یونہین خاموش اور بابک خرمی

سے لو لگائے بیٹھے تھے کہ یکایک پھاٹک کھلا اور محمد بن مغیث دس پندرہ مسلح سپاہیون کے ساتھ تلوار کھینچے ہوئے باہر نکلا۔ اور ان خاموش سپاہیون کے سامنے ٹھہر کے برہمی کے لہجے مین کہنے لگا "ساری دنیا جانتی ہے کہ قلعہ شاہی کا پھاٹک رات کو نہین کھلتا۔ مگر تم جان بوجھ کے اِسی وقت مجھے ستانے کو آئے ہو۔ مین نے تمھارے سردار بابک سے اس لیے دوستی کی ہے کہ بے فکر ہو کے بیٹھون اور رات کو آرام سے سوؤن۔ اس لیے نہین کہ تم آدھی رات کو آ کے مجھے اور قلعہ والون کو پریشان کرو۔ (ذرا ٹھہر کے) تم جواب کیون نہین دیتے؟ بولو! آخر اِس وقت آنے کی کیا ضرورت تھی؟ (تھوڑے سکوت کے بعد) این! نہ بولو گے؟ آخر سانپ سونگھ گیا؟ یا مر گئے؟ کیا ہوا؟ خوب۔ اب بھی جواب نہین۔ اب تو مجھے اِس مین بھی شبہہ معلوم ہوتا ہے کہ تم عصمت کے ساتھی ہو یا قلعہ کا پھاٹک کھلوانے کے لیے جھوٹ فقرہ اُڑا دیا۔" یہ کہتے ہی اُس نے تلوار اُٹھا کے ارادہ کیا کہ آ پہیا پر حربہ کرے مگر فرخ چہر نے جھپٹ کے حاکم قلعہ کی تلوار اپنی تلوار پر لی۔ اور کہا "ذرا صبر کیجیے۔ ہم لوگ اس وقت حضرت بابک سے لو لگائے ہوئے دعا کر رہے ہین کہ یہ برفباری رُکے۔ اور ہمارے سردار عصمت بخیریت یہان پہونچ سکین۔"

اب چونکہ صحبت مراقبہ برہم ہو گئی تھی سب بابکی رفقا اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور خورزاد نے بڑھ کے طیش اور جوش کے لہجے مین کہا "جتنی ضرورت تم کو ہمارے یزدان حضرت مظہر سے دوستی رکھنے کی ہے اُس قدر اُنھین تم سے اتحاد رکھنے کی نہین ہے۔ تم نے عباسی حملون کے خوف سے خود ہی ہماری طرف رجوع کیا۔ اگرچہ ہم کو اس معاملے مین دخل دینے کا حق نہین ہے۔ یہ کام ہمارے مقتدا حضرت بابک کا ہے۔ یا اُن کے سپہ سالار عصمت کا۔ مگر ہم اپنے پاک نہاد آقا کی نسبت ایسا سخت لہجہ اور ایسے ذلیل الفاظ نہین سن سکتے جو ابھی تمھاری زبان سے نکلے۔ تم غافل پڑے سو رہے ہو اور اِس کی خبر نہین کہ ابن الرواد تمھاری ہلاکت کا پورا سامان کر چکا۔ آج ہی کل مین آ کے

قلعۂ شاہی پر قبضہ کرے گا - اور تم کو طوق و سلاسل مین جکڑ کے عباسی خلیفہ معتصم کے پاس بھیج گا تاکہ اُس کے ہاتھ سے اپنی اس دریدہ دہنی کی سزا پاؤ - ہمارے آقا بابک کو اپنی غیب دانی کے زور سے خبر ہو گئی - اور رہبر دار عصمت کو زبردست لشکر کے ساتھ روانہ کیا کہ تم کو موت کے پنجے سے چھڑائین - اور تم بجائے شکر گزاری کے بد دماغ ہوتے ہو!"

محمد بن مغیث - (کچھ سوچ کے اور تلوار کو میان مین کر کے) "تو پھر تمھارے سردار کہان ہین؟ اور اس وقت تک کیون نہین آ گئے؟"

خورزاد "ہم ساری سرگزشت تمھارے قلعے کے دربان شبل سے بیان کر چکے ہین اور اس نے تم کو سُنا دی ہو گی"

محمد بن مغیث "ہان سُن چکا ہون - لیکن تم نے میری بات کا جواب کیون نہین دیا؟"

خورزاد "اس لیے کہ ہم اپنے پاک نہاد مظہر یزدان سے لو لگائے دعا کر رہے تھے کہ برفباری موقوف ہو - اور ہمارے سردار عصمت کو یہان تک پہونچنے مین دشواری نہ پیش آئے"

فرخ چہر "(خورزاد سے) "خیر ہو گا - جانے بھی دو - سردار محمد بن مغیث ایک زبردست حاکم اور ہمارے آقا کے دوست ہین آپ کے ساتھ اس لہجے مین گفتگو نہ کرنی چاہیے - (محمد بن مغیث سے) "حضور آپ برہم نہ ہون - اور یہ خیال فرمائین کہ ہم آپ کے محترم دوست کے بھیجے ہوئے ہین اور آپ ہی کی مدد کو آئے ہین - آپ کو جو تکلیف دی اس کی معافی مانگتے ہین - اور فقط اتنی درخواست ہے کہ جب تک ہمارے سردار عصمت نہ پہونچ لین پھاٹک نہ بند کیا جائے یا اس کا انتظام رہے کہ اُن کے آتے ہی کھل جائے"

محمد بن مغیث "تمھاری خاطر سے مین انتظام کیے دیتا ہون کہ پھاٹک کھلا رہے - مگر جب تک بند نہ ہو تمھین باہر ٹھہرنا اور ذمہ دار ہونا پڑے گا کہ کوئی اور شخص قلعے کے اندر قدم نہ رکھے گا - باقی رہا یہ کہ ابن الرداد میرے مقابلے کو آتا ہے اس کی مجھے پروا نہین - اگر وہ بیس سال گھیرے پڑا رہے

تو بھی قلعہ شاہی کا کچھ نہین بگاڑ سکتا۔ اور ماسوا اِس کے مجھے اِس خبر کا اعتبار بھی نہین ہے۔ مین نے اُسے ایسی شکست نہین دی تھی کہ پھر کبھی میرا سامنا کرنے کی جرأت کر سکے۔ تاہم تم چونکہ کمک اور ہمدردی کے ارادے سے آئے ہو اِس لیے تمھارا شکریہ ادا کرتا ہون۔ لیکن اِس وقت آدھی رات کو قلعہ کے اندر تمھارے ٹھہرانے کا کوئی سامان نہین ہو سکتا۔ تمھیں اور تمھارے سردار عصمت کو باہر ہی ٹھہرنا پڑے گا۔ مگر یہان ٹھہرنے کے لیے مین ابھی وقت جا کے خیمون کا انتظام کرتا ہون۔ اور اُن کے آنے سے پہلے پورا پڑاؤ درست ہو جائیگا۔"

فرخ چہر۔ "اس کو تو ہمارے سردار بھی زیادہ پسند کرتے مگر اسوقت تو برف پڑ رہی ہے۔"

شبل۔ (میدان مین دو چار قدم کا چکر لگا کے) "نہین برفباری موقوف ہو گئی۔"

خورزادان۔ "موقوف ہو گئی! سبحان اللہ! سبحان اللہ! ہمارے آقاے یزدان مظہر کے تصرف کا اِس سے بڑا کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟ اب بھی جو اُن پہ ایمان نہ لائے اپنی عقبیٰ خراب کرتا ہے۔"

فرخ چہر۔ "اس مین کیا شک ہے؟ (محمد بن مغیث سے) لیکن حضور یہ تو ملاحظہ فرمائین کہ سارا میدان برف سے پٹا پڑا ہے کوئی کہان ٹھہریگا؟"

محمد بن مغیث۔ "مین دم بھر مین برف کو ہٹوا کے خیمہ گاہ کے لیے زمین صاف کرا دون گا۔ اور چند تخت اور پلنگ بھی بھیج دون گا؟"

خورزادان۔ "اور جو پھر برف پڑنے لگے تو؟"

محمد بن مغیث۔ "جون تون کر کے رات کاٹ لو۔ صبح کو سب باتون کا انتظام ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کے حاکم قلعہ محمد بن مغیث چلا گیا۔ اور اُس کے حکم سے سیکڑون مزدورون نے آ کے پھاوڑون سے برف کاٹ کاٹ کے میدان صاف کیا۔ جھٹ پٹ تیس چالیس خیمے نصب ہو گئے۔ اُن کے اندر تخت اور پلنگ بھی بچھ گئے۔ اور پچاس ساٹھ مشعلچی بھی مشعلین لے کے آ گئے۔ اور دیکھتے ہی

دیکھتے اُس سنسان میدان میں ایک بستی آباد ہوگئی۔ خیمہ گاہ کو درست ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ عصمت اپنے لشکر کے ساتھ آپہونچا۔ جو مارے سردی کے بیجان ہو رہا تھا۔ شہر کے باہر ٹھہرنے کا انتظام دیکھ کے اُس نے خورزاد سے کہا، آج تو قلعہ کے اندر اور پختہ چھتوں کے نیچے ٹھہرنا چاہیے تھا“ اس کے جواب میں خورزاد نے اول سے آخر تک ساری کیفیت بیان کی۔ اور کہا، حضور محمد بن مغیث بھروسے کے قابل نہیں ہے۔ اول تو اُس نے آپ کا اور ہمارے حضرت یزدان مظہر بابک کا ذکر اچھے لفظوں میں نہیں کیا۔ اس کے بعد گو کہ اُس سے خواہش کی گئی مگر اُس نے قلعہ کے اندر داخل ہونے کی نہ ہمیں اجازت دی۔ اور نہ حضور کے اندر ٹھہرنے کو جائز رکھا“

عصمت: اُس کا کبھی اعتبار نہ تھا۔ وہ ہماری اور عربوں کی دشمنی سے فائدہ اُٹھایا کرتا ہے۔ بھلا ایک مسلمان شخص ہمارا دوست ہو سکتا ہے؟ خیر اب ان باتوں کو چھوڑو اور گرمی پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ برف میں سفر کرنے سے میرے ہاتھ پاؤں ٹھٹھر گئے ہیں۔ اگر ہم سب کے پاس شراب کی ایک ایک چرمی صراحی نہ موجود ہوتی تو میں یہاں تک زندہ نہ پہونچ سکتا“

خورزاد: میں نے بہت سی لکڑیاں ڈھیر کرائی ہیں۔ اور سب خیموں کے اندر الاؤ جلوا دیے ہیں۔ جس وقت برف پڑنے لگی ہے ہم سب گھبرا اُٹھے تھے اور حضور کی جانب سے بڑا اندیشہ پیدا ہوگیا تھا۔ یہاں تک کہ ہم سب نے مراقبہ کرکے حضرت بابک سے ہماری طرف توجہ کی۔ اور صدق دل سے التجا کی کہ وہ اِس برف باری کو موقوف کریں۔ اور اُن کی توجہ سے برف فوراً رُک گئی۔ محمد بن مغیث نے تو یہ چاہا تھا کہ قلعے کے باہر اِس برف میں ڈال کے ہم سب کو ہلاک کر ڈالے۔ مگر میں نے اُس کے آدمیوں سے لکڑیاں منگوانے کا خاص اہتمام کیا۔ اور حضور کے آنے سے پہلے ہی خیمے گرم کر دیے“

عصمت: "تمھاری وفاداری و محبت کا مین شکرگزار ہون۔ چلو خیمے کے اندر بیٹھین۔ اب مجھ مین یہان کھلے میدان مین ٹھہرنے کی تاب نہین ہے۔"

اس کے بعد سب جا کے خیمون مین بیٹھے۔ شراب کے جام پر جام پی کے جسم مین حرارت اور خون مین روانی پیدا کی۔ آگ کو خوب تیز کر کے سردی کا اثر مٹایا۔ اور جب ذرا گرما لیے تو سب نے کچھ کھایا پیا۔ اور پوستینین اور بھاری بھاری کمل اوڑھ کے سو رہے۔

صبح کو کچھ دن چڑھے جب آفتاب اچھی طرح بہت بلند ہو لیا تو محمد بن مغیث اپنے دو سو مسلح غلامون کے ساتھ آ کے عصمت سے ملا۔ اور ایسے اخلاق کے ساتھ پیش آیا۔ اور اپنی باتون سے ایسا خلوص ظاہر کیا کہ جو لوگ رات کو اُس کا برتاؤ دیکھ چکے تھے متحیر تھے۔ مگر خورزاد کے چشم و ابرو دیکھ کے اُس نے خیال کیا کہ اِن لوگون نے رات کے واقعات اپنے سردار سے بیان کر دیے ہون گے۔ لہذا عذر خواہی کی بنیاد ڈالنے کی غرض سے کہنے لگا: "رات کو گھر مین جاتے ہی مین شراب ارغوانی کے جام پینا شروع کر دیتا ہون اِس کے اثر سے میری طبیعت کچھ ایسی خراب ہو جاتی ہے کہ لوگون کو بے وجہ ڈانٹنے ڈپٹنے لگتا ہون۔ اور یہی سبب ہے کہ مین نے رات کو گھر سے نکلنا ہی موقوف کر دیا۔"

عصمت: (اصلی مطلب کو ٹال کے) "آپ مسلمان ہو کے شراب پیتے ہین؟"

مغیث: "نہ پیون تو کیا کرون؟ یہان کی سردی مین بغیر شراب پیے حواس ہی نہین درست رہتے۔"

عصمت: "خیر مضائقہ نہین۔" اس کے بعد عصمت نے بیان کیا کہ ہم لوگ آپ ہی کی مدد کو آئے ہین۔ ہمارے سردار حضرت بابک جب سے آپ کے دوست ہو گئے ہین انھین ہر وقت آپ ہی کی فکر رہتی ہے۔ اِن دنون اُنھین اپنے کشف سے معلوم ہوا کہ آپ کا دشمن ابن الرداد بغداد سے ایک بہت بڑا لشکر لے کے روانہ ہوا ہے کہ آپ کے قلعے پر حملہ کرے۔ دوسرے دن معتبر جاسوسون سے بھی اس الہام کی تصدیق ہو گئی۔ اور اُسی وقت اُنھون نے ہمین روانہ

کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو یہاں پہونچ کے آپ کی مدد کریں"

ابن مغیث "لیکن ابھی دس بارہ روز تک تو وہ یہاں نہیں پہونچ سکتا۔ ایسا ہوتا تو مجھے اپنے مخبر دن سے اس کی خبر ضرور ل جاتی۔ لیکن آپ کا میں نہایت ہی شکر گذار ہون کہ فوراً میری مدد کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ رات کو شراب کے نشہ مین مجھے اس کا خیال نہ رہا کہ آپ کو اور آپ کے ہمراہیون کو قلعے کے باہر تکلیف ہو گی۔ اور سب صاحبون کو اندر بلا کے اپنا مہمان کر دن۔ جس کی مجھے بڑی ندامت ہے۔ اور اس فروگذاشت کے بارے مین معافی مانگ کے آرزو کرتا ہون کہ جب تک آپ یہان رہین میرے ہی مہمان رہین۔ اور قلعہ کے اندر چل کے ٹھہرین۔ مین اسی وقت جا کے سب صاحبون کے لیے مکان خالی کراتا ہون"

عصمت "مگر میرے لیے آپ لوگون کو تکلیف نہ دین"

ابن مغیث "تکلیف کسی کو نہ ہو گی۔ لیکن ہان ذرا دیر ہو گی۔ بس شام تک سب انتظام ہو جائے گا۔ دن کو تو کھانا یہین آ جائے گا۔ رات کو آپ قلعہ کے اندر میرے ساتھ کھانا تناول فرمائین۔ اور کل سارا لشکر اندر منتقل ہو جائے۔"

عصمت "مجھے کسی بات مین عذر نہین"

ابن مغیث "تو اپنے کسی معتبر آدمی کو میرے ساتھ کر دیجیے تاکہ اُس کے مشورے سے سب سامان آپ کی مرضی کے موافق درست ہو جائے" یہ کہہ کے اُس نے چارون طرف نظر دوڑائی اور فرخ چہر سے جو عصمت کے پیچھے کھڑا تھا کہا "آپ میرے ساتھ قلعے مین چلے چلین"

فرخ چہر "اگر میرے آقا اجازت دین گے تو مین چلا چلون گا"

عصمت نے اجازت دی۔ اور ابن مغیث فرخ چہر کو اپنے ساتھ لے کے قلعہ مین گیا۔ اور دوپہر کو کھانے کے ساتھ واپس آیا۔ عصمت کے ساتھ کل پانسو بابلی تھے جو تعداد مین اگرچہ تھوڑے تھے مگر نبرد آزمائی مین نہایت ہی مشتاق اور شہر حمدبہ کے تمام بابلیون مین منتخب تھے۔ فرخ چہر واپس آیا تو عصمت نے پوچھا "تم وہ مقام دیکھ آئے جہان ہم قلعے کے اندر ٹھہرین گے؟"

ہمارے تمام ساتھیون کے لیے وہ جگہ کافی ہے؟ اور ہمین وہان تکلیف تو نہ ہو گی؟"

فرخ چہر: "وہ جگہ تو تنگ ہے۔ چند منتشر مکانات خالی کرائے گئے ہین جو جدا جدا ہین۔ اور ہمارے رفیقون کو وہان مختلف محلّون مین الگ الگ رہنا ہوگا۔ لیکن اتنا فائدہ ہے کہ سردی کی زیادہ تکلیف نہ ہو گی۔"

عصمت: "ایسا ہے تو مجھے وہان چلنا نہین منظور ہے۔ ہمین ان لوگون کا اعتبار بھی نہین ہے۔ اور ان کے قلعہ کے اندر اس طرح رہنا کہ ہمارے ساتھیون کو ایک دوسرے کی خبر نہ ہو ہرگز نہین مناسب ہے۔ ابن مغیث سے جا کے کہہ دو کہ تکلیف نہ کرین۔ مین یہان کھلی فضا مین رہنا زیادہ پسند کرتا ہون۔"

فرخ چہر قلعے مین واپس گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ابن مغیث کے چند سردارون کے ساتھ واپس آ کے کہا "اگر حضور کو یہین رہنا پسند ہے تو انھین زیادہ اصرار نہین۔ مگر اپنے ان سردارون کے ذریعے سے پیام بھیجا ہے کہ رات کو آپ کی دعوت ہے۔ اور آپ کو اپنے مخصوص لوگون کے ساتھ قلعے کے اندر آ کے ان کے ساتھ کھانا نوش کرنا پڑے گا۔"

عصمت۔ (ابن مغیث کے لوگون سے) "ان سے کہہ دینا کہ مجھے آپ کی دعوت قبول کرنے مین عذر نہین۔ رات کو اپنے پچاس ہمراہیون کے ساتھ آ کے وہین کھانا کھاؤن گا۔"

یہ اطمینان بخش جواب پا کے وہ لوگ چلے گئے۔ اور ان کے جانے کے بعد عصمت نے تعجب کے لہجے مین فرخ چہر سے پوچھا "یہ بات میری سمجھ مین نہین آئی کہ ابن مغیث تمھین کو اپنے ساتھ لے گیا؟" یہ سن کے نوزاد جو اپنے آقا کے پیچھے تھا بڑھ کے آگے آیا اور کہا "اس کا سبب غلام سے سنیے۔ رات کو جب مین نے اسے سخت جواب دیا اور اس کی بدتمیزی و بے ادبی پر اسے متنبہ کیا تو اسے بڑا طیش آگیا تھا۔ مگر میرے دوست فرخ چہر نے دو ایک خوشامد کی باتین کر کے اسے راضی کر لیا۔ بس اتنے ہی سبب سے وہ ان سے خوش ہو گیا۔ اور اپنے ساتھ لے جانے

کے لیے انھین کو منتخب کیا"

عصمت "(مسکرا کے) "معلوم ہوتا ہے بالکل ذلیل اور چھچھورا آدمی ہے۔ بجاے اس کے کہ تمھاری سچائی اور آزادہ دانست بازی کی قدر کرتا ان کی خوشامد مین آگیا! تجربے سے معلوم ہوا کہ یہ اس قابل نہین ہے کہ حضرت بابک اس پہ بھروسہ کرین۔ اور ہم لوگ جو سیدھے سادے سپاہی ہین اس کے دوست نہین۔ ہماری دوستی سے اسے تو بے شک فائدہ پہونچے گا مگر ہمین اس سے کوئی نفع نہین حاصل ہو سکتا۔ مین اب کی واپس چل کے حضرت بابک سے عرض کرون گا کہ یہ شخص حضور کا دوست بننے کے قابل نہین ہے"

خورزاد "لیکن حضور نے کچھ اس کا بھی خیال کیا کہ یہان ابن الرواد کے آنے کی کوئی خبر نہین۔ اور اگر وہ نہ آیا یا اس کے آنے مین دیر ہوئی تو ہم اس کے انتظار مین کب تک یہان پڑے رہین گے؟"

عصمت "ہمارے حضرت بابک پاک نہاد کو فقط اتنا معلوم ہوا کہ بغداد سے کوئی شخص بہت بڑا زبردست لشکر لے کے ادھر چلا ہے۔ یہ ہمارے جاسوسون کا قیاس تھا کہ وہ ابن الرواد ہو گا۔ اور ابن مغیث سے انتقام لینے کے لیے یہین آئے گا تاکہ اس قلعۂ شاہی اور قلعۂ تبریز کو اس سے چھین لے۔ تو اگر یہ قیاس صحیح ہے تو کل پرسون تک پتہ لگ ہی جائے گا۔ لیکن اگر دیر ہوئی تو تین چار روز کے بعد ہم واپس چلے چلین گے"

فرخ چہر "حضور مین تو یہان گھبراتا ہون۔ اور جی نہین چاہتا کہ حضرت بابک کے قدمون سے دور ہون۔ لیکن حکم سے مجبور ہون۔ حضور جس قدر جلد واپس تشریف لے چلین گے اسی قدر زیادہ خوش ہون گا"

عصمت "ہم خود ہی کسی جگہ زیادہ زمانے تک نہین ٹھہر سکتے۔ ہمارا آزاد سرزمین کے بچانے کے لیے ضرورت ہے کہ برابر چلتے پھرتے رہین۔ اور ہر وقت حریف کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہا کرین"

تھوڑی دیر کے بعد عصمت نے دس بارہ رفیقون کو ساتھ لے کے

گرد کی پہاڑیوں مین چکر لگایا۔ تیرون سے کئی ہرن مارے۔ اور واپس آکے اپنے خیمے مین سو رہا۔

چوتھا باب

دعوت

شام کو عصمت نے اُٹھتے ہی چراغ کی لو کے سامنے خشوع و خضوع کے ساتھ بطریق عبادت سر جھکا کے ایک دعا پڑھی۔ اور اپنے لشکر کے پچاس منتخب سردارون کو بلا کے کہا "تم سب کو ہمارے ساتھ قلعے مین چل کے ابن مغیث کی دعوت کھانا ہے۔ اس کے لیے تیار ہو جاؤ۔ فقط اس کا خیال رہے کہ کپڑے صاف ستھرے اور حتی الامکان پُرتکلف ہون۔ اور دو ایک ہتھیارون کے سوا زیادہ بوجھ لاد کے لیجانے کی بھی ضرورت نہین کسی میدان کارزار مین نہین بلکہ ایک پُرتکلف دعوت مین چل کے کھانا، شراب پینا، ناچ دیکھنا، اور گانا سننا ہے۔ شراب پینا آئین بابکی مین داخل عبادت ہے۔ اور اگر کسی مسلمان عرب کے ہاتھ سے ملے تو زیادہ ثواب کا کام ہے!"

سب تعمیل حکم کے لیے اپنے خیمون مین گئے۔ اور آدھ گھنٹے کے بعد قلعے سے سوارون کے ایک دستے کے ساتھ ابن مغیث کا ایک مصاحب خاص آیا۔ اور ادب سے عرض کیا "ہمارے آقا حضور کا انتظار کر رہے ہین" عصمت نے کہا "مین بھی تمھارا منتظر تھا۔ اچھا ذرا ٹھہرو۔ کپڑے بدل کے چلتا ہون!" یہ کہتے ہی خورزاد کو بلا کے حکم دیا کہ جو لوگ ساتھ چلنے والے ہین اُنھین فوراً بلا کے جمع کرو۔ اور خود دوسرے خیمے مین جا کے کپڑے بدلے۔ اُس کے تیار ہونے تک پورے پچاسون بابکی جمع ہو چکے تھے جن مین فرخ چہر خورزاد۔ ماہیار۔ اور بہروز بھی تھے۔

اب عصمت اور اُس کے پچاسوں رفقا گھوڑون پر سوار ہو کے چلے ابن مغیث کا مصاحب اُس کے ہمراہ چلا۔ اور اُس کے ساتھ جو سوارون

کا دستہ آیا تھا وہ جلوس یا گارڈ آف آنر کی طرح آگے ہو لیا۔ قلعے کے اندر داخل ہو کے یہ جلوس سڑکوں اور گلیوں سے گزرا۔ اور جس جگہ پہونچتا لوگ خوشی کے نعرے بلند کرتے۔ اور برابر دو رویہ مکانوں اور ان کی چھتوں سے "خوش آمدی"، اور "مرحبا"، کے الفاظ جوش کے لہجے میں سنے جاتے۔ جس سے عصمت کو یقین ہو گیا۔ کہ ابن مغیث ہمارا اچھا دوست ہے۔ اور وہی نہیں اُس کی رعایا بھی ہمارے استقبال میں غیر معمولی گرمجوشی دکھا رہی ہے۔

اس مسرت و اطمینان کے ساتھ باکی مہمان ابن مغیث کے قصر کے دروازے پر پہونچے۔ جہاں خود ابن مغیث اپنی دہلیز کے باہر انتظار میں کھڑا تھا۔ یہاں پہونچتے ہی ان ہر دلعزیز مہمانوں پر ہر طرف سے پھولوں کا مینہ برسنے لگا۔ اور دس پری جمال لونڈیوں نے جو حریر و دیبا کے کپڑوں پر زرین صدریاں پہنے اور سر سے پاؤں تک زیور سے آراستہ و پیراستہ تھیں چنگ و رباب بجا بجا کے نغمۂ مبارکباد گایا۔ اور پھر ناچ ناچ کے اپنے گورے اور نازک ہاتھوں سے ان سب مہمانوں کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔

اب ابن مغیث عصمت اور اُس کے کل ہمراہیوں کو اپنے اُس پُر تکلف دیوان خانے میں لے گیا جو آج کے جشن طرب کے لیے خوب سجا گیا تھا۔ کافوری شمعیں ہر طرف دریچوں میں روشن تھیں۔ چھت میں بھی جا بجا شمعدان اور چراغ لٹکے ہوئے تھے۔ چاروں کونوں پر چار نقرئی انگیٹھیوں میں عود و عنبر سلگ رہا تھا۔ اور زمین پر نہایت قیمتی ریشمی قالینوں کا فرش تھا۔ چاروں طرف بڑے بڑے تکیے رکھے ہوئے تھے۔ یہاں لا کے ابن مغیث نے عصمت کو صدر میں بٹھایا۔ وہ خود اُس کے پاس بیٹھ گیا۔ اور ان کے بیٹھتے ہی عصمت کے تمام رفقا بھی چاروں طرف تکیوں سے پیٹھ لگا کے بیٹھ گئے۔

اب ابن مغیث کی استدعا پر عصمت نے بابک خرمی کے حالات و واقعات بیان کرنا شروع کیے تھے کہ یکایک اُکا دُکا فرما جرا پری پیکروں کا ایک غول آ کے ناز و ادائی اور معشوقانہ دلربائی کی شان سے پدا اندر کے سامنے

کھڑا ہو گیا۔ یوں تو سب جادو نگاہ و شعلہ رُخ تھیں مگر ایک محبوبہ حور شمائل جو سب کے آگے تھی آفت روزگار اور لاکھوں خوبرووں میں انتخاب تھی۔ اُسے ابن مغیث نے بابک کے عصمت کے برابر بٹھا دیا۔ اور تمام مہمانوں کی طرف متوجہ ہو کے کہا "جس طرح میں نے اس پری وش ماہ طلعت کو اپنے دوست عصمت کی خدمت میں پیشکش کیا ہے اُسی طرح باقی پری پیکر مہ جبینیں آپ سب صاحبوں کی نذر ہیں۔ ہمارے معزز دوست کے رفقا میں سے ہر ایک ان میں سے ایک ایک کو اپنی مرضی اور ذوق کے مطابق پسند کر لے۔ تاکہ ہر مہمان ایک گل رخسار محبوبہ کو اپنے پہلو میں بٹھا کے صحبت عیش میں لطف اور زندہ دلی پیدا کرے۔"

بابک خرمی کی شہوت پرستی نے اس فحش مذاق کو ان سب لوگوں میں خوب رواج دے ہی دیا تھا۔ سب نے بڑی خوشی اور شکرگزاری کے ساتھ اس زنانہ ہدیے کو قبول کیا۔ سب نے ایک ایک نازنین کو پسند کر کے اپنے برابر بٹھا لیا۔ اور عصمت نے شکرگزاری کے لہجے میں معزز مہمان نواز سے کہا "آج آپ کی عنایت سے ہمیں قدیم ساسانی جشن یاد آ گئے۔ آپ نے یہ دعوت نہیں کی بلکہ پُرشوکت تاریخ عجم کو زندہ کر دیا۔ ہماری یہ محفل طرب جشن جمشید اور عیش پرویز کی زندہ یادگار ہے۔"

ابن مغیث۔ "آپ کے رفیق خورزاد کے ساتھ میں نے کسی قدر گستاخی کی تھی جس کی ندامت کا اثر کسی طرح میرے دل سے نہیں ٹلتا۔ اب اس دوستانہ خدمتگذاری کے صلے میں امید ہے کہ میرے اس اخلاقی جرم کو وہ معاف کر دیں گے۔ اور اب بھی نہ معاف کریں تو مجھے امید ہے کہ سب صاحب سفارش کر کے اُن سے میرا قصور معاف کرا دیں گے۔"

خورزاد۔ "وہ خیال آپ کی اُسی مہربانی و شفقت سے مٹ گیا جو قلعے کے باہر آپ نے ہم خادموں کے حال پر فرمائی۔ اور آپ کی یہ نوازش تو ایسی ہے کہ اس کا شکریہ ہم میں سے کوئی بھی زندگی بھر نہ ادا کر سکے گا۔"

ابن مغیث۔ "مگر اس صحبت کا لطف یہ ہے کہ آپ سب صاحب اپنی اپنی ہم

مہ جبینون سے اور ایک دوسرے کے سامنے بے تکلف ہو جائین۔ اس کے لیے اول تو رقص و سرود شروع ہوتا ہے۔ دوسرے مے ارغوانی کا دور بھی مین شروع کیے دیتا ہون۔ دو ایک دور ہو جانے کے بعد کھانا تناول فرمائین تو مناسب ہے؟"
عصمت۔ "بے شک۔ بے شک۔ بغیر اِس کے نہ کھانے مین لطف آ سکتا ہے اور نہ اِن پری جمالون کی ہمکناری مین"
اپنی خوشی کے موافق جواب پا کے ابن مغیث نے ایک خادمہ کو جو دست بستہ سامنے کھڑی تھی اشارہ کیا۔ اور ساتھ ہی بیس ماہ سیما کافر اجا لونڈیان محفل مین صف باندھ کے کھڑی ہوگئین۔ اُن کے پیچھے سازندون نے چنگ و سرود بجانا شروع کیا۔ اور وہ اپنے نور کے گلون سے گانے۔ اپنی قیامت خرامی سے ناچنے۔ اور اپنے نازک ہاتھون سے بتانے لگین۔ اسی رقص و سرود کے دوران مین بہت سی حسین و گلفام حور وشین جام و صراحی لے کے آئین۔ اور دوڑ دوڑ کے سب کو شراب ارغوانی کے جام پلانے لگین۔
رقص و سرود اور مے گلفام کے سرور نے تھوڑی ہی دیر مین محفل کا عجیب رنگ کر دیا۔ ہر شخص نشہ مین چور اور متانت و خودداری کے جذبات سے دور تھا۔ شرم و لحاظ کا پردہ بے اختیاری کے جوش نے چاک کر ڈالا۔ اور جو تھا ذوق و شوق اور جوش و خروش کے ساتھ اپنی ہم پہلو نازنین سے ہم کنار و ہم آغوش تھا۔ بیتابیان بڑھتی جاتی تھین۔ بیقراری و بے حجابی زور باندھ رہی تھی۔ اور کسی کو سوا اپنی ہم نشین محبوبہ کے دوسرے کی خبر نہ تھی۔ رقص و سرود اور زیادہ جوش پیدا کر رہا تھا۔ اور ہر طرف سے شوق کی پیاس بڑھانے والے آب آتش لباس کے شوق مین یہ صدا بلند تھی کہ۔

دور چلے دور چلے ساقیا اور چلے اور چلے ساقیا

ابن مغیث نے اپنے دوست عصمت کو سب سے زیادہ مست بادۂ ناب دیکھ کے کہا "اب اجازت ہو تو دستر خوان بچھے"
عصمت۔ (خوشی سے) "فوراً بچھے۔ اور دیکھیے یہ کافر اجا دوگائین

جو کھڑی ناچ رہی ہین اُن سب سے بھی کہیے کہ میرے پہلو مین آکے بیٹھین اور میرے ساتھ کھانا کھائین۔ آپ کی محبت کے نشے نے اِس بیقرار دل مین اتنا جوش نہین پیدا کیا ہے کہ فقط ایک محبوبہ کی دلداری سے کم ہو سکے۔"

ابن مغیث "یہ سب بھی آپ کی نذر ہین۔ آج آپ جو چیز مانگین اُس کے دینے کو تیار ہون۔ یہ صاحب جمال کنیزین کیا چیز ہین؟ میرا سارا خزانہ میری ساری سلطنت و حکومت جس چیز کو آپ پسند فرمائین آپ کی ہے۔" اس جواب پر عصمت ایک بے اختیاری کے ساتھ اُٹھا۔ کمال شکرگزاری کی وضع سے ابن مغیث کے سینے سے لپٹ گیا۔ جوش سیہ مستی مین اُس کی پیشانی اور رخسارون کے سیکڑون بوسے لے ڈالے۔ اور کہا "مین خود آپ کا غلام ہون۔ اور جو کچھ میرے قبضے اور اختیار مین ہے سب آپ کا" یہ کہتے ہی وہ لڑکھڑاتا ہوا اُن بیسون ناچنے والی کنیزون کے پاس گیا۔ ایک ایک کو گلے سے لگا کے پیار کیا۔ اور سب کو لاکے اپنے گرد بٹھا لیا۔

ابن مغیث نے اُن سب عورتون کو ایک صف مین بٹھا کے دسترخوان بچھوایا۔ جس پر بطون کے کباب۔ ہرن کے گوشت کے پرندے۔ بکری کا قورمہ مچھلی کے تلے ہوئے کنندے۔ تنور کی گرم گرم خمیری روٹیان۔ نفیس پلاؤ۔ اور اِسی طرح کے اور بہت سے الوان نعمت چن دیے گئے۔ اور سب نے بے تکلف ہو کے کھانا شروع کر دیا۔ یون تو سب حریفان صحبت کا یہ عالم تھا کہ کبھی ہم نشین نازنین کے سینے سے لپٹ کے بوس و کنار کے ساتھ اُس کے ہاتھ سے نوالے کھاتا اور کبھی اُس پری پیکر کو اپنے آغوش شوق مین کھینچ کے کھلانے لگتا۔ کھانے کے ساتھ دور شراب بھی چلتا جاتا تھا۔ عصمت جام لے کے سب کو اپنے ہاتھ سے پلاتا۔ اور پھر سب کے ہاتھ سے خود پیتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب سے زیادہ پی گیا۔ اور چونکہ کہنہ مشق مے کش تھا اس لیے طبیعت بدمزہ تو نہین ہوئی۔ مگر کیفیت شراب نے اُسے اُسی عالم مین پہنچا دیا جہان انسان بالکل آزاد اور کسی تہذیب و شائستگی کے قانون کا مکلف نہین ہوتا۔ اب قلعۂ شاہی کا قصر حکومت رندون کا خرابات تھا جس مین قہقہ

تھے اپنی ہی حالت میں محو تھے۔ کسی کو دوسرے کی فکر نہ تھی۔ اس بہار بدمستی کی سیر دیکھنے والا اکیلا ایک محمد ابن مغیث تھا جس نے عصمت کو باور کرا دیا کہ وہ بھی سب کے ساتھ جام صہبا کے مزے لے رہا ہے۔ مگر حقیقت میں شراب کا ایک قطرہ بھی اس کے حلق سے نہیں اترا تھا۔ سب کو اس سیہ مستی کے عالم میں پا کے اُس نے ایک ایک کی حالت پر غور کرنا شروع کیا۔ کہ دیکھوں کس کا نشہ کس درجے پر ہے۔ اِس جستجو میں اُس کی نظر فرخ چہر پر پڑی تو کیا دیکھتا ہے کہ تمام حریفان صحبت کے خلاف اُس پر نشۂ صہبا کا بالکل اثر نہیں۔ اور نہایت شائستگی و سنجیدگی کے ساتھ اپنی ہمنشین محبوبہ کے برابر خاموش بیٹھا ہے۔ اِس بات پر وہ متحیر ہوا۔ اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے دیر تک اُس کی حالت کا اندازہ کرتا رہا۔ اور نظر آیا کہ وہ ہر بار جام شراب لے تو لیتا ہے مگر ہمنشین پری پیکر کو پلا دینے کے سوا اپنے منہ سے نہیں لگاتا۔ اس پر اور زیادہ متحیر ہو کے اُس کے قریب گیا اور پوچھا "آپ بادۂ احمر کا لطف نہیں اٹھاتے؟"

فرخ چہر۔ "جی نہیں" پوچھا "کیوں؟" جواب ملا "اس لیے کہ میرا فیاض مہمان نواز شریک عیش نہیں"۔ اِس جواب پر ابن مغیث دیر تک سوچتا رہا۔ پھر بولا "فرخ چہر! کیا بات ہے کہ میرا دل آپ کی طرف کھنچتا ہے؟ کیا یہ آپ کے اُن چند مہذب و شائستہ کلمات کا اثر ہے جو آپ نے خور زاد کے زہریلے الفاظ کے بعد میرے جوش غضب پر پانی ڈالنے کے لیے زبان سے نکالے تھے؟ مگر نہیں۔ اس سے پہلے ہی مجھے آپ کی صورت اچھی معلوم ہوئی تھی"۔

فرخ چہر۔ "آپ کی ذاتی نیک نفسی کے سوا اس کا کیا سبب ہو سکتا ہے؟"

ابن مغیث۔ "یہ نہیں۔ کوئی اور بات ہے۔ خیر ہو گا۔ مگر کیا میری خواہش کے مطابق آپ میرے دوست ہو سکتے ہیں؟"

فرخ چہر۔ "مجھے آپ اپنا سچا دوست خیال کریں"۔

ابن مغیث۔ "ہر امر میں؟ یعنی میں آپ کو اپنا ہمدم و ہمراز بھی بنا سکتا ہوں؟"

فرخ چہر: "جس راز کو آپ میرے اِس سینے کے صندوق مین بند کر دین گے وہ جب تک خود آپ آکے نہ کھولین انشاء اللہ ہمیشہ مقفل رہے گا۔"

ابن مغیث: "انشاء اللہ کا کلمہ اور ایک بابکی کی زبان سے!"

فرخ چہر: "مین بابکی نہین - بابکیون کا ایک مسلمان غلام ہون۔"

ابن مغیث: "بابکیون کا غلام اور مسلمان! خدا کی قسم میری حمیت اس کو گوارا نہین کر سکتی - تو اب یہ بتائیے کہ آیندہ بھی آپ بابکیون کے غلام رہنا چاہتے ہین - یا ایک مسلمان حکمران کے دوست؟"

فرخ چہر: "مین تو قسمت کا فرمان بردار ہون - بابکیون کا غلام رکھے گی تو اُن کا غلام رہون گا - اور کسی مسلمان آقا کو میرے حال پہ مہربان کر دے گی تو اُس کا بندۂ بے درم ہو جاؤن گا۔"

ابن مغیث اِن باتون سے فرخ چہر پہ نہایت مہربان ہو گیا - فوراً دیوان خانے سے اُٹھا کے اُسے ایک دوسرے کمرے مین لے گیا اور کہا "اگرچہ زمانہ اور تجربہ اجازت نہین دیتا کہ کسی اجنبی شخص پہ بھروسا کیا جائے مگر مین اپنے دل کے رُجحان و اصرار سے مجبور ہون کہ آپ پر بھروسہ کرون - اور آپ کو اپنا ہمدم و ہمراز بنا لون - مجھے یقین ہے کہ ظالم و بدکار خرمیون کی بہ نسبت آپ ایک مسلمان شخص کے زیادہ خالص دوست ہو جائین گے؟"

فرخ چہر: "اور خدا نے چاہا تو آپ کا دل آپ کو دھوکا نہ دے گا!"

ابن مغیث: "یہ ہے تو بتائیے کہ مین بابک خرمی اور اُس کے پیرو‌ون سے دوستی رکھون یا دربار عباسی کی اطاعت کرون؟ ادھر یہ لوگ مجھے اپنی طرف کھینچ رہے ہین اُدھر خلافت اپنی طرف بُلا رہی ہے - ان لوگون کا ساتھ دیتا ہون تو آذربائجان کا مستقل فرمان روا رہتا ہون - اور خلافت کی طرف رخ کرتا ہون تو معتصم کے ایک ذلیل غلام سے زیادہ وقعت نہین باقی رہتی - لیکن کاش یہ معلوم ہو جاتا کہ بابک بھروسا کرنے کے قابل ہے - آپ اِن لوگون کے ساتھ رہے ہین - ان کے خیالات اور ارادون سے واقف ہین - آپ ہی سے صحیح مشورہ مل سکتا ہے کہ اِس معمے کو مین کیونکر حل کرون؟"

فرخ چہر:" پہلے آپ اپنے دل سے پوچھیں۔ وہ معتصم کی غلامی پسند کرتا ہے یا بابک کی دوستی؟"

ابن مغیث:" یہی فیصلہ تو نہیں ہو سکتا۔ قومیت اور مذہب کا میلان بغداد کی طرف ہے۔ اور بابک کے وعدے اپنی طرف بلاتے ہیں۔ غرض میرا دل ایسی کشمکش میں پڑا ہے کہ آپ ہی شاید اسے اس عذاب سے نجات دلا سکیں۔"

فرخ چہر:" اچھا آپ یہ بتائیں کہ بابک آپ سے کیوں دوستی پیدا کرنا چاہتا ہے؟ اور باوجود اس اقتدار و حکومت کے جو اس کوہستان میں اُسے حاصل ہے اور اس سطوت کے کہ گرد و نواح کا ہر شہر اور ہر شخص اُس کے نام سے تھرّاتا ہے اُسے آپ کی دوستی کی کیا ضرورت ہے؟"

ابن مغیث:" اس لیے کہ وہ حکومت عرب کا دشمن ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اس سرزمین کے لوگوں پر عربوں کا جو اثر پڑا ہوا ہے اُسے میری مدد سے مٹائے۔"

فرخ چہر:" مختصر یہ کہ وہ عربوں کا دشمن ہے۔" ابن مغیث نے کہا، "بے شک"۔ اس پر مسکرا کے فرخ چہر بولا، "آپ بھی تو عربی النسل اور عربی الملت ہیں؟" اس پر بھی ابن مغیث نے یہی کہا کہ "بے شک"۔

فرخ چہر:" تو پھر آپ کو اس کا کیا اطمینان ہے کہ جب آپ کے ذریعے سے وہ عربوں اور مسلمانوں کا اثر مٹا چکے گا تب آپ کا دشمن ہو کے آپ کے استیصال کی فکر نہ کرے گا؟"

ابن مغیث:" اگر خلافت اور اسلامی قوت کا اندیشہ نہ رہا تو یقیناً وہ مجھ سے لڑنے کو تیار ہو جائے گا۔"

فرخ چہر:" اور اُس وقت آپ میں اتنی قوت ہو گی کہ اُس کا مقابلہ کر سکیں؟"

ابن مغیث:" ہرگز نہیں۔ وہ ایک آن کے آن میں مجھے فنا کر دے گا۔"

فرخ چہر:" بس اس کے بعد مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ آپ خود ہی فیصلہ کر لیں۔"

ابن مغیث:" اس پہلو پر نظر ڈالنے کا تو یہی نتیجہ ہے کہ مجھے خلافت سے مل جانا چاہیے۔ اچھا میں یہی فیصلہ کیے لیتا ہوں۔ لیکن بغداد میں باغی مشہور ہو چکا

ہون- اور ابن الرواد نے المعتصم باللہ کو میرے خون کا پیاسا بنا دیا ہے- اب اگر مین اُن کی طرف رخ بھی کرون تو میرا اعتبار نہ کیا جائے گا- اور بالفرض قصور معاف بھی کر دیا جائے تو حکومت آذربائیجان مجھ سے قطعاً چھین لی جائے گی- فوراً حکم ہو گا کہ یہ قلعہ اور اس کے تمام نواح ابن الرواد کے حوالے کر دو- اور یہ مجھ سے نہین گوارا ہو سکتا۔"

فرخ چہر "امیر المومنین پر یہ ثابت کیجیے کہ اس ملک مین آپ کا حاکم رہنا ابن الرواد کے تقرر سے زیادہ مناسب اور خلافت کے لیے مفید ہے۔"

ابن البعیث "یہی بن پڑتا تو پھر اس سے بہتر کیا تھا؟ مگر مجھ سے ایسی کوئی تدبیر نہین بن پڑتی۔"

فرخ چہر "یہ تو بہت ہی آسان اور اس وقت بالکل آپ کے ہاتھ مین ہے۔"

ابن البعیث "کیونکر؟"

فرخ چہر "عصمت اور اس کے تمام سردارون کو جو مخمور و مدہوش پڑے ہین، اسی وقت گرفتار کر کے پابزنجیر کر لیجیے- پھر ان کے بعد باہر والون کو بھی اندر بلوا کے اسیر کیجیے- اور ان سب کو اظہار اطاعت کی عرضداشت کے ساتھ امیر المومنین کے پاس بھیج دیجیے- اس کارگزاری پر وہ آپ کے ایسے گرویدہ ہو جائین گے کہ آپ کے سامنے کسی سردار کی وقعت نہ رہے گی۔"

ابن البعیث "بڑی ہی عمدہ تدبیر بتائی- خدا آپ کو جزائے خیر دے- میرے دل پر سے بڑا بار ہٹ گیا- اب مین کبھی احکام خلافت سے منحرف نہ ہون گا- اور کافر بابکیون کو جہان تک بنے گا سخت سے سخت سزائین دون گا- اُنھون نے مسلمانون اور عالی خاندان شرفائے عرب پر بڑے بڑے ظلم کیے ہین- جن کا انتقام اب میری خون آشام تلوار لے گی- صرف اتنا اندیشہ ہے کہ عصمت کی اسیری کا حال سنتے ہی بابک خرمی چڑھ آئے گا- مگر مین قلعے مین محصور ہو کے بیٹھ رہون گا- اور چند روز مین امید ہے کہ بغداد سے کمک آ جائے گی۔"

فرخ چہر۔ "اس کا مین ذمہ دار ہون۔ مین خود وہان سے جا کے کمک لے آؤن گا"

ابن المغیث۔ "بس اب یہی رائے قرار پا گئی"

فرخ چہر۔ "تو پھر اب اُنھین لوگون کے پاس چل کے بیٹھیے۔ عصمت نہایت ہی ہوشیار شخص ہے اور انسان نہین پہاڑی ریچھ ہے۔ ایسا نہ ہو بدظن ہو جائے"

ابن المغیث۔ "چلیے اُن کی حالت دیکھین کہ کس قدر بے ہوش و از خود رفتہ ہو رہے ہین۔ اگر اُن کے ہوشیار ہو جانے کا ذرا بھی اندیشہ نظر آیا تو وہ ساقیہ جو شراب بھیج رہی ہے ایسی اجزا سے کام لے گی کہ ان سب کی اُسی وقت آنکھ کھلے گی جب زنجیرون مین جکڑے جا چکے ہون گے"

اب ابن مغیث اور فرخ چہر صحبت جشن مین آ گئے۔ مگر وہان کی فحش بے اعتدالیان دیکھ کے الگ ہی ٹھٹک کے کھڑے ہو گئے۔ اور ابن المغیث نے فرخ چہر کے کان مین کہا "ان بیحیائیون کی سزا ان بدمعاشون کو اب ملا ہی چاہتی ہے"۔ یہ کہہ کے وہ اُس عورت کے پاس گیا جو صراحیون مین بھر بھر کے شراب ساقیہ عورتون کو دے رہی تھی اور اُس کے کان مین کچھ کہا۔ جس کے ساتھ ہی اُس نے شراب بھیجنا موقوف کر دی اور کسی کام کی فکر مین اُٹھ کے چلی گئی۔ جس سے تقریباً دو گھنٹے تک دور شراب موقوف رہا۔ بادکشون مین اس وقت بادۂ ناب کی حرص اس قدر ہیجان مین تھی کہ دو گھڑی کے لیے بھی دور کا رکنا قیامت ہو گیا۔ ہر طرف جام کے لیے ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔ اور لاؤ لاؤ کی پکار تھی۔ جب شوق بادۂ گلرنگ نے بیتابی و بیقراری کی شان پیدا کر لی تو اُس عورت نے واپس آ کے پھر دور شروع کیا۔ مگر اب کی اِس نے ایسا بادۂ تند دیا کہ جس نے پیا دس بارہ منٹ کے اندر ہی مست و بیخود ہو کے گر پڑا۔ اور دم بھر مین سارے زن و مرد پڑے خراٹے لے رہے تھے۔ اور کسی کو سر و پا کی خبر نہ تھی۔

اب ابن المغیث فرخ چہر کو ساتھ لے کے چلا گیا۔ اور اپنے ایک معتبر اور ہوشیار سردار ابن حوقل کو بلا کے حکم دیا کہ "ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ جا کے ان سب بدمست خرمیوں اور ان کے سردار عصمت کو جو مست و لایعقل پڑے ہیں زنجیروں اور رسیوں میں باندھ لو۔ ان کے پاس جو ہتھیار ہوں چھین لو۔ اور سب کو اس تہ خانے کے محبس میں بند کر دو جو ہر طرف سے محفوظ اور آہنی سلاخوں سے مضبوط کر دیا گیا ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ اگر ایک بھی بچ کے نکل گیا۔ یا تمھاری حراست میں سے گم ہو گیا تو اس کا معاوضہ تمھاری جان کے سوا اور کوئی چیز نہ ہو گی"

ابن حوقل اس حکم کی تعمیل کو جا چکا تو ابن المغیث نے شبل بن بہتیا کو بلا کے حکم دیا "تم قلعے کے باہر جا کے باقی ماندہ بابکیوں سے کہو کہ تمھارے سردار عصمت نے بلایا ہے کہ اپنے جشن عیش میں تمھیں بھی شریک کریں خبردار ایسی خوش اسلوبی سے اور دوستی و خلوص کے لہجے میں سمجھانا کہ سب چلے آئیں اور بہتر یہ ہو کہ ان کے پچاس پچاس کے غول الگ الگ آئیں!"

شبل "بہت خوب۔ جس طرح بنے گا میں یونہیں لاؤں گا"

ابن المغیث "بس قلعے کے اندر تک وہ چلے آیا چاہیں۔ پھر ہم سمجھ لیں گے"

شبل "انشاء اللہ میں لے ہی کے آؤں گا۔ حضور مطمئن رہیں" اس کے جانے کے بعد ابن المغیث نے فرخ چہر سے کہا "ان لوگوں کے لیے دعوت اور شراب کا انتظام وہیں باہر ان کے پڑاؤ میں کر دیا گیا تھا۔ اب آدھی رات سے زیادہ آ چکی ہے۔ امید ہے کہ وہ بھی سیہ مست اور نشے میں چور ہوں گے۔ اور یہاں آنے کے بعد ایک ہی جام انھیں ان کے بے دین سردار کے پاس پہونچا دے گا"

فرخ چہر "مگر میرا خیال ہے کہ بہت سے لوگ نہ آئیں گے"

ابن المغیث "اگر شبل کے ساتھ آپ بھی چلے جاتے تو ان لوگوں کو اس میں ذرا بھی شبہہ نہ رہتا کہ خود عصمت نے بلایا ہے اور سب کے سب بے عذر چلے آتے"

فرخ چہر "یہ بجا ہے۔ مگر میں ابھی اس بات کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا کہ میں بھی

آپ کے مشورے مین شریک ہون۔ یا آپ کو مجھ پر کسی قسم کا شبہ سا ہے“

ابن المغیث ”جو آپ کی رائے ہو۔ مین اقرار نہ کرون گا“

ابن جوقل نے جب عصمت اور اُس کے تمام رفقا کو طوق و سلاسل مین خوب جکڑ لیا اور ہتھیار لے لیے تو اُنھین مار مار کے اُٹھایا۔ اور دھکے دے دے کے قیدخانے مین پہونچا دیا۔ اُن لوگون کے جاتے ہی باہر والے خمسیون کے دو اور غول اشبل کے ہمراہ قلعے مین آئے۔ جو اُسی ہال مین بٹھائے گئے۔ اور سحر آفرین پری پیکرون نے اُن کے ہاتھ مین لا لا کے جام شراب دیے تو وہ اُن کے حسن و جمال اور لگاوٹ کے چشم و ابرو سے مغلوب ہو کے اپنے آقا اور رفیقون سے ملنے کا خیال ہی بھول گئے اور بے تکلف جام شراب لے لے کے پینے لگے۔ تھوڑی ہی دیر مین وہ بھی غافل و مدہوش تھے۔ اور اُن کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا جو عصمت کے ساتھ ہو چکا تھا۔

لیکن باقی ماندہ باغیون نے جن کی تعداد تین سو سے زیادہ تھی یک بیک آنے سے انکار کر دیا۔ اور وجہ یہ ہوئی کہ اُن مین سے ایک بوڑھے شخص نے غل مچایا کہ ہمارے ساتھیون مین سے ایک بھی اندر جا کے واپس نہین آیا۔ ایسا نہ ہو ہمارے ساتھ دغا کی جائے۔ ہمارے سردارون مین سے کسی کو لاؤ تو ہم چلین۔ نشۂ شراب مین یہ خیال تمام باقی ماندہ باغیون مین پھیل گیا۔ اور اب اُنھون نے زور و شور سے غل مچانا شروع کیا کہ ”ہمارے سردار عصمت کو قلعے کے باہر لا کے ہمین دکھاؤ“ اور جب اس مین تامل ہوا تو اُنھون نے تلوارین کھینچ لین۔ اور آمادہ ہو گئے کہ قلعے مین گھس کے لڑائی شروع کر دین۔ اُن کی یہ حالت دیکھ کے ابن المغیث قلعے کے باہر نکل آیا اور تسلی دینے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر اُس کی صورت دیکھ کے سب نے اور ہنگامہ مچا دیا۔ اُسے گالیان دینے اور اُس پر حملے کرنے لگے۔ اور آخر اس جوش و خروش سے اُس پر جھپٹے کہ وہ گھبرا کے قلعے کے اندر ہو رہا۔ اور پھاٹک بند کروا لیے۔

محمد بن المغیث بابکیون کے اِس سلوک سے اِس قدر مشتعل ہو کے آیا تھا کہ سیدھا اپنے محل میں گیا۔ اور فرخ چہر کو بُلا کے کہا "اب جو لوگ باہر رہ گئے ہیں اُنھیں باہر ہی پڑا رہنے دیجیے۔ صبح کو میں اِن سب کو اِن کی بر ہمی و بد تہذیبی کا سبق دوں گا۔ اب رات زیادہ آ چکی ہے۔ میں بھی سوتا ہوں اور آپ بھی سو رہیے"۔ یہ کہہ کے اُس نے اپنے ایک غلام کو بلا کے حکم دیا کہ "قصر شاہی میں ہمارے معزز مہمانوں کے لیے جو خوابگاہ کا کمرہ ہے اُسے فرخ چہر کے آرام کے لیے درست کر دو"۔ یہ کہہ کے وہ محل میں گیا اور فرخ چہر غلام کے ساتھ اُسی خوابگاہ میں جا کے سو رہا۔

صبح تڑکے اُٹھ کے ابن المغیث نے نماز پڑھی اور باہر آیا۔ پھر فرخ چہر کو بلوا کے کہا "اب میں رات کے قراسیروں کو بلا کے اُن کی قسمت کا فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ دیکھتے رہیں۔ اور جس امر میں آپ کی رائے خلاف ہو مجھے بتا دیں"۔

فرخ چہر "میں عصمت اور اُس کے ہمراہیوں کے سامنے آپ کا مشیر کار بننا نہیں پسند کرتا"۔

ابن المغیث "تو آپ میرے پیچھے اُس کٹھرے والے جھروکے میں بیٹھ جائیں۔ اور دیکھتے رہیں کہ میں کوئی خلاف کارروائی تو نہیں کرتا۔ دو ایک غلاموں کو میں آپ کے پاس ٹھہرائے دیتا ہوں۔ جس بات کو آپ خلاف مصلحت پائیں فوراً انھیں بھیج کے اُس سے روک دیں"۔

فرخ چہر "میں اِس قدر افزائی و نوازش کا شکر گزار ہوں۔ جو کچھ عرض کرنا تھا میں نے شب ہی کو عرض کر دیا۔ اب آپ مختار ہیں۔ جو چاہیں کریں۔ مجھے حاکموں اور فرماں رواؤں کی مرضی میں کیا دخل ہو سکتا ہے"۔

ابن المغیث "آپ کو پورا دخل ہے۔ میں احسان مند ہوں کہ آپ کے مشورے سے میں ایک بڑی بھاری غلطی سے بچ گیا"۔

فرخ چہر "اور میں اب عرض کرتا ہوں کہ بابک اور عصمت دونوں آپ کے دوست نہیں ہیں۔ عصمت نے دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ یہاں

سے واپس جاتے ہی بابک کو آپ کا دشمن بنا دے گا۔ اور اُس سے اجازت لے کے قلعوں پر حملہ کر دے گا۔ مگر یہ چونکہ اُن کا راز تھا اس لیے میں نے رات کو نہیں عرض کیا۔"

ابن المغیث "نہیں کہا تو کیا ہوا؟ آپ نے اس کے ضرر سے تو مجھے بچا دیا۔"

اب فرنج چھر جا کے اُس بالاخانے میں جھروکے کے پاس بیٹھا اور ابن المغیث کے سپہ سالار ابن حوقل کو جو سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا حکم دیا کہ رات کے تمام اسیروں کو اُسی طرح پابہ سلاسل لا کے قصر عدالت کے قریب ٹھہراؤ۔ اور عصمت کو میرے سامنے حاضر کرو۔" ابن حوقل "جو حکم" کہہ کے گیا۔ اور کوئی آدھ گھنٹے میں عصمت کو اُس کے سامنے لا کے کھڑا کر دیا جو سر سے پاؤں تک زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اُس نے ابن المغیث کا سامنا ہوتے ہی اُن آنکھوں کو جو سے دوشین کے اثر سے مخمور تھیں نیم باز کیا۔ اور طیش کھا کے کچھ کہنے کو تھا مگر خود ہی خلاف مصلحت سمجھ کے رُک گیا۔

ابن المغیث "عصمت! رات کی مے تند کا خمار دیکھا؟"

عصمت "ہاں دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ مسلمانوں سے دوستی اور احسان کا کیا معاوضہ ملتا ہے؟"

ابن المغیث "اسے ابھی تم نے نہیں دیکھا ہے۔ اب تھوڑی دیر میں دیکھو گے مگر خیر۔ یہ تو بتاؤ "تمھارے ہادی و پیشوا بابک کا الہام سچا ہے یا میرا؟ اُس کو الہام ہوا تھا کہ ابن الرواد مجھ پر حملہ کرنے کو آتا ہے۔ اور مجھ کو یہ الہام ہوا تھا کہ تم میرے دشمن ہو اور یہاں سے جا کے بابک کو میرا دشمن بنا دو گے۔ کیوں۔ یہ کتنا سچا الہام تھا؟"

عصمت "(غصے کے لہجے میں) "بدعہد اور دغاباز لوگ ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانہ پیدا کر لیا کرتے ہیں۔"

ابن المغیث "خیر اب بتاؤ کہ تمھارے کون کون سردار تمھارے ہمراہ ہیں؟"

عصمت "میرا ہر سپاہی شجاعت و جوانمردی میں بے مثال ہے۔ اور اُن کے افسر تو ایسے ہیں کہ اپنے سامنے دنیا میں کسی کی ہستی نہیں سمجھتے۔"

ابن المغیث "اُنھیں کو پوچھتا ہوں۔ نام بتاؤ۔"

عصمت "میرا سب سے زیادہ جوانمرد و شجاع افسر خورزاد ہے جو تمھارے قبضے میں رہ چکا ہے۔ اور تم اُس کی بہادری سے خوب واقف ہو"

ابن المغیث کا اشارہ ہوتے ہی خورزاد پابہ زنجیر لا کے کھڑا کر دیا گیا جسے دیکھ کے حاکم قلعۂ شاہی نے کہا "یہی ہے؟ اب دوسرے سردار کا نام لو" اُس نے کہا "آہیار" ساتھ ہی وہ بھی سامنے کھڑا تھا پھر سوال ہوا کہ "اور بتاؤ" عصمت نے کہا "فرخ چہر" اس کا نام سن کے ابن المغیث نے کہا "افسوس وہ رات کو موقع پا کے نکل گیا۔ اُس نے شراب کم پی۔ اور قبل اس کے کہ گرفتاری کا حکم ہو وہ محل سے نکل گیا"

عصمت "خیر تو یہ مسرت ہمارے لیے کافی ہے کہ وہ جا کے حضرت بابک یزدان مظہر سے بیان کر دے گا کہ ہمارے ساتھ کس طرح اور کیسی دغابازی کی گئی"

ابن المغیث "خیر تو اُسے جانے دو۔ دوسرے سرداروں کا نام لو" اب عصمت اپنے ہمراہیوں میں سے معزز و منتخب لوگوں کے نام ایک ایک کر کے لیتا تھا اور جس کا نام لیتا وہ فوراً حاضر کر دیا جاتا۔ اس طرح اُس نے تقریباً ساٹھ ستر آدمیوں کے نام لیے۔ اور سب حاضر ہو گئے۔ تب ابن المغیث نے کہا "اب تم اپنے اور ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک چاہتے ہو؟"

عصمت "وہی سلوک جس کی ایسی ہی حالت میں تم کو مجھ سے توقع ہوتی"

ابن المغیث "بہت ٹھیک۔ اور میری مرضی کے موافق یہی جواب ہے۔ ان میں وہی سلوک کروں گا" یہ کہہ کے اُس نے ابن حوقل کو حکم دیا کہ "یہ جتنے بابکی افسر کھڑے ہیں سب کے سر کاٹ کے میرے سامنے رکھ دو۔ دھڑ فصیل قلعہ پر سے لے جا کے باہر پھینک دو۔ اور باہر والے سرکش بابکیوں سے پکار کے کہہ دو کہ "اپنے نامور سرداروں کو پہچان لیں" انھیں یہ بھی بتا دینا کہ "ان لوگوں کے ساتھ یہ سلوک خود تمھارے سردار عصمت کے ایما سے اور اُن کی مرضی کے مطابق کیا گیا ہے"

عصمت "آہ۔ اِس ظلم کا انتقام بہت جلد لے لیا جائے گا"

ابن المغیث: "یہ انتقام ہی ہے اُن عرب شرفا اور اُن عصمت مآب عربیہ خاتونون کا جو بدقسمتی سے تمھارے ہاتھون مین اسیر ہوئین۔"

اب ابن حوقل نے اس حکم کی تعمیل شروع کر دی۔ مقتول بابکیون کے سر کاٹ کاٹ کے ابن المغیث کے سامنے ایک قطار مین رکھے جاتے اور دھڑ قلعے کے باہر دھڑا دھڑ گر رہے تھے۔ جب عصمت کے منتخب کیے ہوئے سردارون کی تعداد ختم ہو گئی تو باقی ماندہ بابکی اسیر لائے گئے۔ اور اُن کے ساتھ بھی وہی کارروائی ہوئی۔ یہان تک کہ اکیلا سپہ سالار بابک عصمت رہ گیا۔ اُس وقت اُس نے زندگی سے مایوس ہو کے نہایت ہی حسرت و یاس کے لہجے مین کہا "او ظالم و دغا باز ابن المغیث! آخر میرے قتل مین کیا تاخیر ہے؟ حکم دے کہ میرا سر بھی کاٹا جائے۔ آہ! قتل سے بڑا ظلم یہ خونین تماشا ہے جو تو مجھے دکھا رہا ہے۔"

ابن المغیث: "یہ خونین تماشا اب ختم ہو چکا۔ مگر تم سے مین ایک دوستانہ کام لینا چاہتا ہون جس کے لیے تمھاری جان مجھے عزیز ہے۔"

عصمت۔ (حیرت سے) "ظالم۔ وہ دوستانہ کام بھی بتا دے۔"

ابن المغیث: "اِن سب سرون کو تدہین کر کے مجھے ہاشم آل عباس امیر المومنین المعتصم باللہ کے ملاحظے مین بھیجنا ہے۔ اور تم سے بہتر لے جانے والا کون ہو سکتا ہے؟ مگر چند روز انتظار کرنا پڑے گا۔ اس لیے کہ تدہین و اصلاح مین ذرا دیر لگے گی۔ یہ جیسے ہی تیار ہو گئے اُن کو تمھارے حوالے کر کے بڑے کر و فر سے تمھین بغداد بھیجون گا۔" یہ کہہ کے اُس نے حکم دیا کہ سب سر تیل مین ڈال دیے جائین۔ اور جس قدر جلد ممکن ہو صاف کر کے اس قابل کر دیے جائین کہ بے سڑے وہان پہونچ جائین۔ اور جب [illegible] ہمارے دوست عصمت کو اسی قید خانے مین لے جا کے رکھو [illegible] اُنھون نے اپنے رفیقون کے ساتھ آج کی رات کا آخری وقت [illegible]

ادھر تو لوگ عصمت کو قید خانے کے محبس مین لے گئے اُدھر [illegible] بابکیون کی لاشین باہر پھینکی گئین۔ تو بابکیون مین [illegible] پڑ گئی۔ [illegible] اور

سر پیٹتے تھے اور بعض چلا چلا کے ابن المغیث کو گالیاں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اُنھیں یقین ہو گیا کہ ہمارے سردار اور رفقا جو قلعے کے اندر تھے سب مار ڈالے گئے۔ کوئی تدبیر بنائے نہ بنتی تھی۔ اور حد سے زیادہ مضطر و پریشان تھے کہ یکایک فصیل پر سے تیر برسنے لگے۔ اور اُنھیں نظر آیا کہ اس کھلے میدان میں ہم محفوظ بھی نہیں رہ سکتے۔ یہ دیکھ کے اُن کے ایک سردار بوذر خشان نے جو باہر رہ گیا تھا سب سے کہا "چلو ہم سب اپنے مقتدا و سرتاج حضرت بابک پاک نہاد کے پاس چلیں۔ اُن کو اس مصیبت کی خبر دیں۔ پھر وہاں سے زبردست لشکر لے کے یہاں واپس آئیں۔ اور اپنے مظلوم ساتھیوں کے خون کا بدلہ لیں" یہ سب نے پیرا نے پسند کی۔ اور اُسی وقت سارا مال و اسباب چھوڑ کے پہاڑوں کی طرف بھاگے۔ اُنھیں بھاگتے دیکھ کے ابن المغیث کے پانچ ہزار سواروں نے قلعے سے نکل کے تعاقب کیا۔ جتنے باغی زندہ بچ کے بھاگے تھے اُن میں سے بھی آدھے کے قریب رگید رگید کے مار ڈالے گئے۔ بقیۃ السیف لوگ جا بجا گھاٹیوں اور جنگلوں میں گھس کے غائب ہو گئے۔ اور قلعۂ شاہی کے سوار بغیر اس کے کہ کسی کو بھی کوئی چپیٹ آئی ہو مغرب کے قریب واپس آ کے قلعے میں داخل ہونے لگے۔

اب یہ لوگ قلعے میں داخل ہوئے اور ابن المغیث فرخ چہر کے ساتھ آ کے اپنے سواروں سے تعاقب کے حالات اور مفروریں کی سرگزشت پوچھنے لگا۔ ناگہاں ایک شخص سامنے آ کے کھڑا ہو گیا۔ اور چار آنکھیں ہوتے ہی ادب سے جھک کے سلام کیا۔ اُس کی صورت دیکھتے ہی ابن المغیث کی زبان سے بے اختیار نکلا "اخاہ! تم ہو طیار؟ کب آئے؟"

طیار "اسی وقت آ رہا ہوں۔ ان سواروں میں مل کے میں بھی اندر چلا آیا"

ابن المغیث "کوئی اچھی خبر بھی لائے؟"

طیار "اچھی ہو یا نہ ہو مگر اہم اور ضروری خبر البتہ لایا ہوں۔ بھلا میں خالی آ سکتا تھا؟"

ابن المغیث "تو جلدی بتاؤ۔ کیا خبر لائے ہو؟"

طیار "حضور۔ سردار افشین بغداد سے بہت بڑا زبردست لشکر لے کے اور

بڑی شان وشکوہ سے آئے ہین کہ بابک خرمی کی حکومت کو بیخ و بن سے اُکھاڑ کے پھینک دین - اور چونکہ آپ بابکیون کے دوست ہین اِس لیے اُن کا قصد ہے کہ پہلے آپ ہی پر حملہ کرین - مین اُنھین یہان سے چار منزل پر چھوڑ آیا ہون اور ابھی کافی موقع ہے کہ حضور بابک کو اطلاع دے کے کمک منگوا لین - افشین کے ساتھ حملہ آور ی کا ایسا اعلیٰ درجے کا سامان زبردست ہے اور اتنا بڑا لشکر ہے کہ اُن کے ہاتھ سے قلعے کو بچانا آسان نہین ہے "

فرخ چہر "بابکیون کو جو خبر پہونچی تھی کہ ابن الرّواد آ رہا ہے اُس کی اصلیت یہ نکلی"

یہ خبر سُن کے ابن المغیث نے اپنے جاسوس طیار کو دوسرے دن خلوت مین ملنے کا وعدہ کر کے رخصت کر دیا - اُن سوارون کو بھی جو بابکیون کو پہاڑیون مین بھگا کے آئے تھے انعام و عزت افزائی کا وعدہ کر کے واپس جانے کی اجازت دی - اور خود فرخ چہر کو ساتھ لیے کے اپنے قصر مین آیا - اور کہا "اب بتائیے مین اِس آفت کو کیونکر روکون؟ افشین کا یہان آنا کسی طرح مصلحت نہین ہے - اول تو جب تک امیر المومنین سے سند معافی نہ ملے وہ کسی بات کی سماعت نہ کرے گا - اور سماعت بھی کرے تو اُس کے لشکر کی رسد رسانی ہی اتنا دشوار کام ہے کہ میری ساری رعایا تباہ ہو جائے گی "

فرخ چہر "یہ کام مین خود جا کے انجام دون گا - مین وعدہ کرتا ہون کہ افشین کو آپ کا دوست بنا کے اُسے بابک کی طرف روانہ کر دون گا - مجھے اندیشہ تھا کہ یہ صفدر بابکی پرسون ہی ترسون آپ کے قلعے مین آ کے یورش کر دین گے - لیکن اب اطمینان ہو گیا کہ افشین کے خوف سے بابکیون کو اِدھر کا رخ کرنے کی جراُت نہ ہو گی "

ابن المغیث "مگر آپ کل صبح ہی کو روانہ ہو جائین تو مطلب نکلے گا "

فرخ چہر "کل علی الصباح نماز سے فارغ ہوتے ہی مین چلا جاؤن گا - اور اِسی وقت رخصت ہوئے لیتا ہون - لیکن میری واپسی سے پہلے ہی آپ خرمیون کے سردار اور عصمت کو کسی ہوشیار افسر کے ساتھ امیر المومنین کے پاس بھیج دیجیے "

ابن المغیث نے وعدہ کیا۔ اور اُسے رخصت کر کے حکم دیا کہ اسی وقت اُس کے لیے سواری اور سامان سفر تیار ہو جائے۔ اور خود اپنے محل کی راہ لی۔ فرخ چہر نے اُس کے جانے کے بعد سب سامان درست کر لیا تو وہ بھی ذرا قبل از وقت سو رہا۔ اس لیے کہ تڑکے اُٹھ کے سفر کرنا تھا۔

پانچوان باب

انتظامات جنگ

افشین دولت عباسیہ کی سیاہ بیرقین اُڑاتا ہوا آذر بایجان مین پہونچا تو فرخ چہر کے پہونچنے سے پہلے ہی اُسے کوہبا تون سے اطلاع ملی کہ ابن المغیث نے بابکیون کے ایک نامور سردار اور اُس کے تمام رفقا کو قتل کر ڈالا۔ اور جو باقی تھے اُنھین مار کے نکال دیا۔ یہ سُن کے وہ خوش ہوا اور ارادہ کیا کہ اُسے بھی اپنے ساتھ شریک کرلے اور بابک کی سرکوبی مین اُس سے مدد لے۔ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ فرخ چہر ایک عربی ایلچی کی وضع مین آکے ملا۔ اور اُسے یقین دلایا کہ ابن المغیث امیر المومنین کا خیر خواہ و تابع فرمان اور آپ کا دوست ہے۔ وہ آپ کو اِس مہم مین مدد دے گا۔ اور اپنی طرف سے اُسے رد کے رہے گا چنانچہ اظہار عقیدت و اطاعت کی غرض سے وہ مقتول بابکیون کے سیکڑون سردارونکے سر اور اُن کے سب سے بڑے سردار عصمت کو زندہ گرفتار کر کے عنقریب امیر المومنین کی خدمت مین بھیجنے والا ہے۔"

افشین "کل مجھے اِن واقعات کی اطلاع مل چکی ہے۔ تاہم احتیاط کے لیے مین ابن المغیث کے قریب ہی عساکر خلافت کا ایک مورچہ قائم کر دون گا۔ اور اندازہ کرتا رہونگا کہ اِس مشتبہ حاکم قلعۂ شاہی سے ہمین کیا مدد ملتی ہے۔"

یہ کہہ کے اُس نے فرخ چہر کو ساتھ لیا قلعۂ شاہی کو چھوڑ کے شہر برزند مین پڑاؤ ڈال دیا۔ یہان ٹھہر کے اُس نے فرخ چہر سے پوچھا "تمھین اس سرزمین کے حالات اور راستے معلوم ہین؟"

فرخ چہر "جی ہان خوب واقف ہون" یہ سُن کے اُس نے یہان کے کئی

کو ہبانون اور اپنے ساتھ کے واقف کار رہبرون کی ایک مجلس منعقد کی۔ فرج چہر کو بھی اُس مین شریک کیا۔ اور سب سے پُوچھ پُوچھ کے اس سرزمین کا ایک مکمل نقشہ بنا لیا۔ جس مین اطراف و جوانب کے تمام پہاڑ گھاٹیان۔ ندیان۔ مرغزار۔ جنگل اور چھوٹے بڑے تمام گاؤن درج تھے۔ اِس نقشے کے مرتب کرنے کے بعد تمام ہمراہی واقف کارون سے جُدا جُدا اُس کی تصدیق کرائی۔ اور جب اُس کی صحت کا یقین ہو گیا تو کوشش شروع کی کہ ہر چہار طرف سے بابک خرمی کی ناکہ بندی کر دے۔ اس کے ساتھ یہ بھی انتظام کیا کہ جو سڑک اردبیل تک مختلف شہرون اور گھاٹیون مین ہوتی ہوئی گزری ہے اور جو شمالی ایران و عراق عرب کے درمیان قافلون کی گزرگاہ ہے۔ جہان بابک خرمی مسلمان تاجرون اور سیاحون کو علانیہ لوٹا کرتا تھا اُسے خطرون سے پاک کر دے۔ چنانچہ اپنے بھروسے کے نامور سردارون کو تھوڑی تھوڑی فوج کے ساتھ اس ساری سڑک پر جابجا متعین کر دیا۔ محمد بن یوسف شہر خُش مین جا کے ٹھہرا اور اُسے حکم ہوا کہ وہین پڑاؤ ڈال کے اپنے گرد خندقین کھود لے۔ ہیثم غنوی کو مقام رستاق ارشق مین بھیجا۔ اور حکم دیا کہ وہان کے قلعے مین قیام کر کے اُسے لڑائی کے لیے خوب مضبوط اور تیار کر لے۔ اور علویۂ اعور کو حصن النہر مین ٹھہرایا۔ یہ مقام اردبیل سے بہت قریب تھا۔ اور ان سب سردارون کو حکم دیا کہ جو قافلہ اردبیل سے چلے تو وہان کی متعینہ فوج کے سپاہی اپنی حفاظت مین اُسے حصن النہر مین پہونچا دین۔ وہان سے علویۂ اعور اپنی ہمراہی فوج کی حفاظت مین اُسے ہیثم کے پڑاؤ یعنی قلعۂ رستاق ارشق تک پہونچا دے۔ ہیثم اس کو ابوالعباس کے پڑاؤ تک پہونچا دے۔ اور وہ اپنی حفاظت مین اُسے خاص افشین کے مستقر یعنی شہر برزند مین پہونچا دے۔ یہی انتظام اُن قافلون کے لیے بھی جاری رہتا جو اُدھر سے اُدھر روانہ ہوا کرتے۔ اس طریقے سے ناکہ بندی کر کے افشین نے اول تو بابک خرمی کے علاقے کو چارون طرف سے گھیر لیا۔ اور دوسرے قافلون کی آمد و رفت بھی جاری کر دی جو

بابکیوں کی لوٹ مار سے رُک گئے تھے۔ اور ملک کی تجارت اور حاجیوں کی سیاحت بند ہو گئی تھی۔

یہ انتظام ایک مدت تک مستقل طور پر جاری رہا۔ اور سپہ سالار اعظم افشین خاموشی سے بیٹھے کے سوچ رہا تھا کہ بابک پر کیونکر اور کدھر سے حملہ شروع کرے۔ اِس لیے کہ اس کوہستانی علاقے میں گھسنا خودکشی اور اپنے سارے لشکر کو فنا کر دینا تھا۔ خصوصاً بابک کے ایسے ہوشیار باغی کے سامنے جس نے اپنے پیرو‌ؤں کو مذہبی تعلیم کے علاوہ حمایت وطن کا بھی جوش دلا کے ہر قسم کی جانبازی پر آمادہ کر دیا تھا۔ لیکن باوجود اِس سکون و سکوت کے افشین غافل نہ تھا۔ اُس نے اِس سرزمین کے تمام جاسوسوں کو گانٹھنا اور اپنا بنانا شروع کر دیا۔ عام جاسوسوں کے علاوہ بابک کا جو جاسوس گرفتار ہوتا اُس سے افشین پوچھتا "بابک تمھیں اس خدمت کا کیا معاوضہ دیتا ہے؟ وہ جو معاوضہ دیتا ہو اُس کا دونا مجھ سے لو۔ اور میرے دوست بن جاؤ۔" یہ وعدہ لے کے اور اپنا زیر بار احسان بنا کے وہ اُسے چھوڑ دیتا۔ اِس کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہزاروں نئے جاسوسوں کے علاوہ جو اُس کی طرف سے حریف کی نقل و حرکت کا پتہ لگاتے بابک خرمی کے تمام جاسوس بھی دل میں اُس کے طرفدار ہو گئے۔ بہ ظاہر وہ بابک ہی کے ساتھ تھے مگر اصل میں افشین کا کام کرتے۔ اور جو تین اُنھیں وہاں سے انعام و اکرام میں ملتیں اُن سے دونی رقم آ کے افشین سے لیتے۔ اور بابک کی گھڑی گھڑی کی خبریں پہونچاتے رہتے۔ اور اُس کی تمام تدبیروں سے ہوشیار سپہ سالار خلافت عباسی آگاہ ہو جاتا۔

اب اس مہم کی تقویت کے لیے معتصم نے اپنے ایک نامور ترکی سردار بغا کبیر کو بہت بڑا خزانہ دے کے روانہ کیا کہ افشین کے پاس پہونچا دے۔ اس لیے کہ سپاہیوں کی تنخواہ اور انتظامات حملہ آوری کی ضرورت سے لشکرگاہ میں روپیے کی سخت ضرورت تھی۔ بغا کبیر یہ خزانہ لے کے

اردبیل مین پہونچ گیا۔ اور بابک کو اپنے جاسوسون سے اِس کی خبر ہو گئی کہ ایک بہت بڑا خزانہ بغداد سے آیا ہے۔ اور اردبیل سے برزند کو آنے والا ہے۔ اِس دولت کا حال سُنتے ہی اُس کے مُنہ مین پانی بھر آیا۔ اور ارادہ کیا کہ راستے مین اچانک جا پڑے۔ اور اُسے لوٹ کے اپنے قبضے مین کر لے۔ بغا کبیر خزانے کے اُونٹون کے ساتھ کوچ کر کے وقت عصر کے قریب مقام خُش مین پہونچا۔ اور ابو سعید کی خندقون کے باہر ٹھہر گیا۔ اس کی خبر بھی بابک کو ہو گئی۔ اور وہ بغا کبیر کی نقل و حرکت کو پہاڑون کی آڑ ہی آڑ مین خوب غور سے دیکھنے لگا۔ بہرحال قافلہ حصن النہر تک پہونچا تھا کہ یکایک بابک خرمی ایک زبردست لشکر کے ساتھ آ پڑا۔ اور قلعے کے مختصر لشکر سے جو قافلے کی حراست پر مامور تھا لڑائی شروع ہو گئی۔ قلعے کے چند سپاہی ایسے زبردست حریف کا بھلا کیا مقابلہ کر سکتے تھے، سب کے سب مارے گئے۔ اور اُن کے ساتھ قافلہ سالار بھی لقمۂ شمشیر ہوا۔ آخر بابک خوشی خوشی قافلے کے تمام لدے پھندے اونٹون پر قابض ہو کے اپنی گھاٹیون مین نکال لے گیا۔ اور اپنے دار السلطنت شہر بذ مین لے جا کے دوسرے دن دربار کیا۔ جس مین تمام حاضرین نے خوب شرابین پین۔ اور نشہ کی ترنگ مین بابک نے حاضرین دربار سے کہا، "مکار و بدعہد ابن البعیث کی دغابازی کے بعد آج ہم نے خوشی کا جشن کیا ہے۔ اور شراب ارغوانی کے جام پیے ہین۔ اس لیے کہ آج ہم نے مرحوم عصمت اور اُس کے ساتھ والے بہادر شہیدون کا انتقام لیا ہے۔ یقین ہے کہ مدینۃ السلام بغداد کے عظیم الشان خزانے کے ساتھ معمولی لوگ نہ ہون گے۔ خیر اب وقت آیا ہے کہ بغداد کی سربمہر دولت ہمارے سامنے لا کے کھولی جائے۔ اور ہم اُسے اپنے حق پرست مومنون اور جانباز سپاہیون مین تقسیم کرین۔"

قافلے کے اونٹ ہنوز دست بستہ پہرے مین اُسی طرح رکھے گئے تھے۔ اور کسی نے اُنھین ہاتھ تک نہین لگایا تھا۔ قصر بذ کے صحن مین لائے گئے۔ اور ایک اونٹ کا راحلہ اُتار کے کھولا گیا تو سب نے حیرت سے دیکھا کہ بڑے بڑے

سخت بورون مین ٹھیکرے بھرے ہوے ہین۔ یہ دیکھتے ہی سب کی رنگت اُڑ گئی اور بابک نے گھبرا کے حکم دیا کہ "دوسرا بورا اُتار دو"۔ اُس مین جو دیکھا گیا تو سنگریزے تھے۔ اِس نے سب کو اور زیادہ بدحواس کر دیا۔ اب لوگون نے گھبر گھبرا کے اُونٹون کی پیٹھ سے جن کی تعداد دو سو کی تھی گٹھڑ اُتارے اور سب مین سوا بالو۔ کنکر پتھر۔ اور ٹھیکرون یا سنگریزون کے کچھ نہ پایا۔

دیر تک خاموش و نادم رہنے کے بعد بابک نے سر اُٹھا کے کہا "افسوس مجھے دھوکا دیا گیا۔ اور دھوکے مین میرا عہد ٹوٹ گیا۔ میرے ساتھ تم سب نے عہد کیا تھا کہ جب تک عصمت اور اُس مرحوم کے رفقا کے خون کا بدلہ نہ لے لوگے شراب نہ پیوگے۔ صد ہزار افسوس کہ ہمارا وہ عہد ٹوٹ گیا۔ مگر اس مین یزدان کی یہ مصلحت تھی کہ ہم میکشی کے ثواب سے محروم نہ رہین۔ خیر اب مین اِس سے زیادہ سخت انتقام لون گا۔ انتقام کے علاوہ دشمنون کو اِس مکاری کی بھی سزا دینا ہے۔ مگر اُن جاسوسون کو لا کے حاضر کرو جنھون نے اِن واقعات کی مخبری کی ہے۔ مین اُنھین بے سزا دیے نہ رہون گا۔ اور جب تک اُن کو سزا نہ مل جائے یہ دربار نہین برخاست ہو سکتا"۔ جاسوسون کی تلاش مین چارون طرف آدمی دوڑائے گئے۔ اور سارا شہر چھان ڈالا گیا۔ مگر اُن کا کہین پتہ نہ تھا۔ آخر طیش کے لہجے مین بابک نے کہا "تو کیا اب مین یہ سمجھون کہ میرے جاسوس اور مخبر ہی مجھے دھوکا دے رہے ہین؟" اور اپنے مخبرون اور کوہستانیون پر نہایت سختیان شروع کر دین۔

آخر دس بارہ روز کے بعد ایک چالاک جاسوس یہ خبر لایا کہ "افشین بڑا چالاک سپہ سالار ہے۔ اور اُس نے عجب فطرت سے آپ کے جاسوسون کو دھوکا دے دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسے آپ کے ارادون اور آپ کی فوج کی نقل و حرکت کی پوری پوری اطلاع ملتی رہتی ہے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ مقام خش سے جب خزانہ آگے بڑھے گا تو آپ اُس پر قبضہ کر لین گے۔ افشین نے یہ کیا کہ وہ خود چپکے سے خش مین پہنچ گیا۔ پورے قافلے کو ظاہری ساز و سامان سے وہین چھوڑا۔ اور خود

بغا کو اور اُس کے ساتھ کے خزانے کو چپکے سے اپنے لشکر مین منتقل کر کے اس طرح برزند واپس گیا کہ نہ اُس کے ساتھ طبل جنگ بجتا تھا۔ نہ قرنا پھنکتے تھے۔ نہ علم اور بیرقین بلند تھین۔ سارے لشکر نے غیر معمولی خاموشی سے کوچ کیا۔ اور آپ خوش ہوئے کہ تھوڑا بہت لشکر جو حفاظت کے لیے آ گیا تھا وہ بھی واپس گیا۔ اُن کے نکل جانے کے بعد قافلہ اپنی اُسی شان و وضع سے روانہ ہوا جس شان سے کہ بغداد سے یہان تک آیا تھا۔ اور اُس کے ہمراہ چند معمولی سپاہی تھے جب وہ حصن سے تھوڑی دور آگے بڑھا تو آپ نے اُس پر حملہ کر کے کل اونٹون اور سامان پر قبضہ کر لیا۔ مگر جب بدین لا کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ خزانہ پہلے ہی نکل گیا۔ اور اس قافلے مین خزانے کے عوض سنگریزون اور ٹھیکرون سے بھرے ہوئے بورے تھے"

یہ واقعہ سُن کے بابک خرمی کو ایسا طیش آیا کہ اُسی وقت تھوڑی سی منتخب فوج کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا اور جاتے ہی حصن ارشق کا محاصرہ کر لیا قلعے مین ہثیم کی فوج مقابلے کے لیے موجود تھی۔ بابک نے اُسے پیام بھیجا کہ قلعہ ہمارے حوالے کر دو۔ ہثیم نے انکار کیا۔ اور لڑائی کا زور و شور بڑھ گیا۔ بابک کو یقین تھا کہ مین اِس قلعہ کو بہت جلد فتح کر لون گا۔ اور اب کوئی قوت اُسے میرے ہاتھ سے نہین بچا سکتی۔ لیکن وہ قلعے پر تابڑ توڑ دھاوے کر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہے کہ افشین طبل جنگ بجاتا ہوا آ پہونچا اور ایک قریب کی گھاٹی سے نکل کے اس طرح آناً فاناً مین آ پڑا کہ بابکیون کو بھاگنے کی بھی مہلت نہ ملی۔ جتنے تھے سب مارے گئے۔ خود بابک دو چار رفیقون کے ساتھ بھاگا۔ اور اپنے مستقر شہر بذ کو جانے کا راستہ نہ ملا تو گھبرا کے موقان مین چلا گیا۔ وہان سے بذ مین آدمی بھیج کے کچھ فوج منگوائی۔ اور جب وہ آ گئی تو اُس کی حفاظت مین بذ کی راہ لی۔ اور اپنی ناکامی پر کف افسوس ملنے لگا۔ لیکن ہمت نہین ہارتا تھا۔ ان ناکامیون نے اُس مین اور زیادہ مستعدی پیدا کر دی۔ اور کوشش کرنے لگا کہ افشین کے لشکرون مین رسد نہ پہونچنے دے جس کی اُنھین بہت ہی ضرورت تھی۔

بنجارون کا ایک بڑا قافلہ غلہ اور بہت کچھ سامان لیے ہوئے
برزند کو آرہا تھا کہ افشین کے لشکر کو قحط کی مصیبت سے نجات دلائے
بابک کے ایک سردار نے ناگہان حملہ کر کے اُسے لوٹ لیا۔ یہ حال افشین
کو معلوم ہوا تو بہت گھبرایا اور اُسی وقت حاکم مراغہ کو لکھا کہ عساکر
خلافت میں رسد کی کمی ہے۔ فوراً غلہ اور کھانے پینے کا سامان بھیجو۔ اُس
نے اِس حکم کی تعمیل مین بنجارون کا ایک اور بڑا بھاری قافلہ روانہ کیا
جس مین صدہا اونٹون اور خچّرون کے علاوہ ایک ہزار بیل تھے اور
سب پر غلہ لدا ہوا تھا۔ اور افشین کے سپاہیون کا دارومدار اسی
قافلے کے پہونچنے پر تھا۔ حفاظت کے لیے تھوڑی فوج بھی اُس قافلے
کے ساتھ تھی۔ بابک نے نہایت ہی چالاکی سے ناگہان حملہ کر کے اُسے
بھی لوٹ لیا۔ اور سارا غلہ چھین لے گیا۔ جب اِس قافلے کے لٹنے
کی بھی خبر افشین کے لشکر مین پہونچی تو تمام سپاہیون کے حواس جاتے
رہے۔ مگر افشین نے حوصلہ دلایا اور وعدہ کیا کہ مین بہت ہی
جلد رسد منگواتا ہون۔ تم گھبراؤ نہین۔ اور اُسی وقت خط بھیج کے
حاکم شیروان سے رسد طلب کی۔ اور تاکید کی کہ فوراً بھیجو۔ اِس کے
ساتھ ہی اُس نے حفاظت کا کافی انتظام کر دیا۔ چنانچہ حکمران شیروان
نے بہت کافی مقدار مین رسد روانہ کی۔ اور افشین کی بیدارمغزی
سے وہ پوری رسد لشکر خلافت مین پہونچ گئی۔ اور جب خزانے کے
بعد غلہ بھی مل گیا تو فوج کی حالت سُدھر گئی۔

اس اطمینان کے زمانے مین ایک رات کو افشین نے زنانے خیمے
مین اپنی بی بی شیرین سے کہا "بابک نہایت ہی ہوشیار شخص ہے۔ اِن پیچیدہ
پہاڑیون اور گرد کی گھاٹیون کے چپے چپے سے واقف ہے اور مین اِس
سرزمین سے بالکل آگاہ نہین۔ کوہستانیون سے پوچھ پوچھ کے قدم
بڑھاتا ہون مگر ہر قدم پہ خوف معلوم ہوتا ہے کہ بابک کے کسی
فریب مین نہ پھنس جاؤن۔ اور امیرالمؤمنین کے فرمان پر فرمان چلے آتے

کہ ہم پر جلدی حملہ کر دو"
شیرین "آج وہ عباسیہ خاتون بھی جنھیں امیرالمومنین نے آپ کے ہمراہ کر دیا ہے شاکی تھیں کہ آپ لڑائی میں ایسی تاخیر کر رہے ہیں کہ فوج کے لوگ اُکتائے جاتے ہیں۔ اور اگر ان لوگوں میں بد دلی پیدا ہو گئی ہے تو پھر بابک پر قابو ملنا غیر ممکن ہو جائے گا"
افشین "کون؟ عالیہ بنت جعفر؟ وہ یہ کہتی تھیں؟ افسوس اُنھیں کی وجہ سے مجھے اس مہم پر آنا پڑا۔ یہی جو اُنھوں نے تم سے کہا ہے کہیں امیرالمومنین کو لکھ بھیجیں تو قیامت ہو جائے۔ شیرین تم اُن کا ادب اور لحاظ کیا کرو۔ وہ امیرالمومنین کی قرابت دار، اور خاص عباسی خاندان کی بی بی ہیں۔ اگر یہاں قریب ہوں تو تھوڑی دیر کے لیے بلوا بھیجو"
شیرین "ابھی بلواتی ہوں" یہ کہہ کے اُس نے اپنی لونڈی کیوان دخت کربلا کو حکم دیا کہ برابر والے خیمے میں جو بی بی رہتی ہیں اُنھیں اسی وقت اپنے ساتھ بلا لاؤ"
کیوان دخت "عالیہ بنت جعفر جنھیں امیرالمومنین نے ہمارے آقا کے ساتھ بھیجا ہے؟" شیرین نے یہ سُن کے کہا "ہاں وہی" اور کیوان دخت عالیہ کے بلانے کو چلی گئی۔
افشین "میں اس عورت سے بہت ڈرتا ہوں۔ امیرالمومنین کے دل پر اس کا بڑا اثر پڑا ہوا ہے۔ اور ہمیں جس طرح بنے اسے راضی رکھنا چاہیے۔ میں لڑائی کی فکروں میں شاید کبھی بھول جاؤں مگر تم نہ بھولنا"
شیرین "میں نے اُن کی خاطر تواضع میں کبھی کمی نہیں کی"
افشین "تمھیں یہی کرنا چاہیے تھا" اتنے میں عالیہ آ گئی۔ اور دونوں میاں بیوی تعظیم کو اُٹھے۔ اور افشین نے مزاج پرسی کے بعد پوچھا "میں نے سُنا آپ کو شکایت ہے کہ میں لڑائی میں بے وجہ دیر لگا رہا ہوں۔ مگر آپ شاید جانتی ہوں گی کہ بابک کس قدر دلیر اور کتنا چالاک ہے؟ علاوہ بریں وہ یہاں کے چپے چپے سے واقف ہے۔ اور ہمارے ساتھی فقط

کوہستانون کے بھروسے پر چل رہے ہین۔ مگر اِن مقامات کے تمام لوگون پر بابک کا اتنا اثر پڑا ہوا ہے کہ اُن کا اعتبار کرنے مین بھی دل پس وپیش کرتا ہے"

عالیہ" یہ آپ بجا فرماتے ہین۔ لیکن خرابی یہ ہے کہ مین دیکھتی ہون آپ کی فوج والے اکتانے لگے ہین۔ اور خدانخواستہ وہ بددل ہو گئے تو بابک کی چالاکیون سے زیادہ نقصان پہونچا دین گے"

افشین" تو آپ جو فرمائین مین کرون"

عالیہ" لڑائی مین بھلا مین کیا مشورہ دے سکتی ہون؟ مگر یہ چاہتی ہون کہ جاسوسی کا کام آپ مجھ سے لین"

افشین" آپ سے! آپ بھلا کیا کر سکین گی؟"

عالیہ" مین بہت کچھ کرون گی اس مہم مین آپ کو امیرالمومنین کا حکم بجالانے کا خیال ہے۔ اور مین اپنے بھائی بھتیجون کے خون کا انتقام لینے کو آئی ہون۔ اس کو آپ اندازہ کر سکتے ہین کہ جو میرے دل کو لگی ہے آپ کو نہین"

افشین" آپ کو خود ہی شوق ہے تو جب اور جہان چاہین تشریف لے جائین۔ مین مانع نہین ہو سکتا۔ لیکن یہ نہ کہیے گا کہ مین نے آپ کو کسی خطرے کے مقام پہ بھیجا تھا"

عالیہ" نہین نہ مین کہون گی اور نہ کوئی اور کہہ سکتا ہے۔ مین دعوی تو نہین کر سکتی مگر کوشش کرون گی کہ اِس مہم مین آپ کو جلد کامیاب کرون"

افشین" اور مین بھی کل ہی سے حملے کی تیاریان شروع کر دون گا"

صبح کو افشین نے سُنا کہ عالیہ اپنے خیمے سے غائب ہو گئی۔ یہ سنتے ہی اُس نے باہر آ کے ترکی سردار بغا کو بلوایا جو خزانہ لایا تھا۔ اور کہا "مین چاہتا ہون کہ اب بابک پر حملہ شروع کر دیا جائے۔ مگر احتیاط کے لیے پہلے آپ تھوڑا سا لشکر لے کے جائین اور بابکیون کے قلعے ہشتادسر کے گرد ایک چکر لگائین۔ اس کے بعد محمد بن حمید کے لشکر کے پڑاؤ مین جا کے ٹھہر جائین اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ وہ لوگ مقابلے مین کیا کارروائی کرین گے! مگر اس کے ساتھ ہی اُس نے ابو سعید کو حکم بھیجا کہ تم اپنے پڑاؤ خش سے

سے اپنی فوج آگے بڑھاؤ"

اس حکم کے مطابق ابو سعید لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور اُدھر خود افشین اپنا لشکر لے کے چلا۔ مقام درودز میں افشین اور ابو سعید کی فوجیں مل گئیں اور افشین نے یہیں پڑاؤ ڈال کے گرد خندقیں کھدوانا شروع کر دیں جب خندقیں مکمل ہو گئیں تو چاروں طرف حصار کی ایک مضبوط دیوار بھی کھینچ لی۔ یہاں سے بابک کا دارالحکومت شہر بذ صرف چھ میل کی مسافت پر تھا۔

اب سردار بغا نے بغیر افشین کو خبر کیے یہ کارروائی کی کہ قلعۂ ہشتادسر کا چکر لگانے کے بعد بجائے ابن حمید کے پڑاؤ میں آنے کے بابک کے شہر بذ کے متصل ایک قریے میں داخل ہو کے ٹھہر گیا۔ اور ایک ہزار آدمی دانہ چارہ لانے کے لیے اطراف وجوانب میں بھیجے۔ وہ لوگ یہ سامان فراہم کرنے کے بعد لیے آتے تھے کہ بابکیوں کا ایک زبردست گروہ اپنے شہر سے نکل کے یکایک اُن پر آ پڑا۔ جو کچھ سامان اُن کے پاس تھا لوٹ لیا۔ اکثر کو قتل کر ڈالا۔ چند کو زندہ پکڑ لے گئے۔ اور صرف دو آدمیوں کو چھوڑ دیا کہ افشین کو اپنی مصیبت وتباہی کی داستان سنائیں۔

یہ حال جیسے ہی بغا کو معلوم ہوا گھبرا کے اُس گاؤں سے نکلا۔ اور ایک شکست خوردہ سردار کی طرح ڈرتا کانپتا ابن حمید کے پڑاؤ میں پہونچا۔ وہاں کی خندقوں میں پناہ لی۔ پھر افشین کو اپنی حالت لکھی۔ اور کمک مانگی۔ افشین کو اس واقعے کا افسوس ہوا جو بغا کی غلطی سے پیش آیا تھا اور اُس کی مدد کے لیے فوراً اپنے بھائی فضیل کو چند نامور سرداروں کے ساتھ جن میں احمد بن خلیل بن ہشام۔ ابن جوشن۔ اور جناح اعور کے ایسے نامور سپہگر تھے اُس کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ فلاں تاریخ تم بابک سے لڑائی چھیڑ دو۔ اور دو طرف سے حملہ کرو۔ اور عین اُسی دن خود بھی اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا کہ شہر بذ پر پوری قوت سے یورش ہو۔ بغا حکم کے مطابق اپنا لشکر لے کے بڑھا مگر یکایک مینہ پڑنے لگا۔ اور سردی

کی اس قدر شدت ہوئی کہ وہ اور اُس کے ساتھی اُس کی تاب نہ لا سکے مجبوراً سب کو لے کے پلٹ آیا۔ مگر افشین جو اپنے کیمپ سے چل چکا تھا۔ اُس نے کسی چیز کی پروانہ کی اور بابکیون پر حملہ کر دیا۔ اکیلا افشین گو بہادری سے لڑ رہا تھا مگر خرمیون پر کوئی زور نہ چلتا تھا۔ اس لیے کہ اُن کی کثرت تھی۔ افشین کے ہمراہی دو گروہون مین تقسیم ہو کے دو جانب سے چلے تھے۔ اُن مین سے ایک تو جس مین خود افشین تھا حریف سے لڑ رہا تھا۔ مگر دوسرا گروہ بابکیون کی چالاکی سے راستہ بھول کے ایک ایسی گھاٹی مین نکل گیا جہان سے نکل کے افشین تک پہونچ سکتا تھا۔ اور فتح کا دارومدار اسی کے پہونچنے پر تھا۔

اب افشین کے گروہ کی حالت نازک تھی۔ ساعت بساعت وہ کمزور پڑتا جاتا تھا۔ اور بابکیون کے زور و شور کے حملے اُس کے حواس بگاڑے دیتے تھے۔ خود افشین کو یاس تھی۔ مگر چونکہ اُن دنون وہ دنیا کا ایک بہت ہی نامور معرکہ آرا تھا اس لیے اپنے شکستہ دل ہمراہیون کو جوش دلا کے جان دینے پر آمادہ کرتا اور حریف کی فوج مین گھس گھس کے اُن کا حوصلہ بڑھاتا۔ لیکن بابکیون کی یورشین دم بھر مین اُس جوش کا خاتمہ کر دتیین۔ اس وقت بابکی بہت خوش تھے۔ اور جانتے تھے کہ ہم حریف کو پسپا کیا ہی چاہتے ہین ناگہان خرمیون کی پشت پر شہر بذ کے گرد کی کھائیون مین سے نکل کے افشین کی فوج کے دوسرے گروہ نے اس زور و شور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ کوہ و دشت کانپ گئے۔ اور ساتھ ہی اُنھون نے یک بیک خرمیون پر اُن کی پشت پر سے حملہ کر دیا۔ اُن کے جواب مین اِدھر سے بھی افشین نے تکبیر کہہ کے اپنے ہمراہیون کو للکارا۔ اور ایسا زبردست حملہ کیا کہ بابکیون کے جو میدان کو اپنا سمجھ چکے تھے ہوش اُڑ گئے۔ اور آگے پیچھے

دونون طرف سے دشمنون مین گھر کے داہنے بائین بھاگنے لگے۔ اُنھین بھاگتے دیکھ کے شہر والون نے پھاٹک بند کر لیے کہ ایسا نہ ہو مسلمان اندر گھس پڑین۔ اور تب بے پناہ مفرورین کا نہایت ہی بے رحمی کے ساتھ قتل و قمع ہونے لگا۔ قریب قریب تمام خرمی جو اِس لڑائی مین شریک تھے سب مارے گئے۔ اور جو زندہ بچے گرفتار کر لیے گئے۔

اب افشین سر سے پاؤن تک خون مین نہایا۔ خون آلود تلوار ہاتھ مین لیے ایک بلند ٹیکرے پر کھڑا تھا۔ اور لوگ اسیرون اور مال غنیمت کو لا لا کے پیش کر رہے تھے کہ چند ترکی سپاہی ایک خرمیہ عورت کو پکڑ کے لائے۔ اور کہا "یہ عورت بھاگ کے فصیل کی دیوار کے پاس پہونچ گئی تھی۔ اُسے دیکھ کے اوپر سے کسی نے رسی مین لکڑی باندھ کے لٹکائی۔ جس پر یہ بیٹھ گئی۔ اور لوگ اوپر کھینچ رہے تھے کہ ہم نے رسی کو تلوار سے کاٹ کے اسے گرا لیا۔" افشین کے ہمراہی سپاہیون نے جو اُس کی صورت دیکھی تو کہا "حضور اسے زندہ نہ چھوڑین آغاز جنگ مین یہ دشمنون کے ساتھ تھی اور اُنھین للکار للکار کے لڑا رہی تھی۔" اتنے مین اُس دوسرے گروہ کے لوگ آ گئے جنھون نے آتے ہی افشین کو سلام کیا۔ اور ساتھ ہی اُس عورت پر جو نظر پڑی اور اُسے گرفتار دیکھا تو کہنے لگے "یہ فتح اسی نیک عورت کی بدولت نصیب ہوئی ہے۔ ہم لوگ آپ کے لشکر سے ملنے کے لیے بذ کی طرف آ رہے تھے کہ خرمیون کا ایک چھوٹا سا گروہ نمودار ہوا جس نے ہمارا راستہ روک کے پہاڑیون کی بلندی پر سے ہم پر تیر برسانا شروع کیے۔ ہم نے پروا نہ کی اور اوپر چڑھنے لگے تو وہ لوگ نیچے اُتر کے ہم پر حملہ آور ہوئے۔ کچھ دیر مقابلہ رہا اور اُس کے بعد وہ لوگ پہاڑ کے پہلو ہی پہلو ایک طرف ہٹنے لگے۔ اور ہم اُن کے ساتھ لگے ہوئے دور تک چلے گئے۔ تھوڑی دور جا کے وہ لوگ زور سے بھاگے ہم نے تعاقب کیا اور اُن کو رگیدتے ہوئے دور نکل گئے یہان تک کہ وہ لوگ یکایک غائب ہو گئے۔ اور ہم پیچیدہ گھاٹیون

مین محصور تھے۔ کسی طرف راستہ نہ ملتا تھا۔ ہر چہار طرف پہاڑون سے ٹکراتے پھرتے تھے اور کوئی صورت نہ بن پڑتی تھی کہ کیونکر آپ تک پہونچین۔ اسی پریشانی مین تھے کہ ہمین اپنے سامنے یہ عورت نظر آئی۔ ہم بے اختیار اس کے پیچھے دوڑے۔ اور یہ بھاگی۔ ہم بھی باوجودیکہ راستہ تنگ اور نہایت ہی وحشت ناک نظر آتا تھا اس کے پیچھے بڑھتے چلے گئے۔ اور محض اس خیال سے کہ یہ پکڑ لے تو اس سے راستہ پوچھین۔ آخر یہ بہت سی گھاٹیون اور کئی غارون سے گزر کے شہر بذ کی فصیل کے نیچے کھائی کے اندر پہونچی۔ اور کھائی ہی کھائی چلی۔ شہر کی دیوار اور کھائی دیکھ کے ہمین راستہ ملنے کی امید ہوئی اور آگے بڑھے۔ یہان تک کہ اس نے پھاٹک کے پاس پہونچ کے دور سے ہمین بتایا کہ وہ لڑائی ہو رہی ہے ادھر جاؤ۔ ہم نے ادھر جو میدان جنگ کو گرم دیکھا تو اُسے چھوڑ کے دشمنون پر حملہ کیا۔ اور خدا نے ایسی نمایان فتح عطا کی۔"

افشین۔ "تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ تمھین راستہ بتانے کو آئی تھی؟"

ایک ترک۔ "یہ تو ہم نہین سمجھتے مگر ہمین اسی کی بدولت راستہ ملا۔ اور یہ اسی کا احسان ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ ہمین شہر کے پھاٹک پر پہونچ کے وہ مقام بتا دیا جہان آپ سے لڑائی ہو رہی تھی۔"

دوسرا ترک۔ (جو افشین کے ساتھ والون مین سے تھا) جو کچھ ہوا اُسے قبل ضرور ہونا چاہیے۔ اس مین شک نہین کہ یہ دشمنون مین کوئی خاص شان رکھتی ہے۔ یا اُن کی جاسوس ہے۔

افشین۔ (اُس عورت سے) "خود تم ہی بتاؤ کہ ہم تمھارے ساتھ کیا سلوک کرین۔"

عورت۔ "آپ کے یہان احسان کا جو بدلہ ہوا کرتا ہو وہ میرے ساتھ کیجیے۔"

ایک عرب سپاہی۔ "احسان کا بدلہ تو احسان ہے۔ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ مگر یہ ثابت کرو کہ تم نے ہم پر احسان کیا۔"

عورت "یہ احسان نہ تھا کہ تمھارے اُس لشکر کو جو کمزور ہو رہا تھا اور شکست کھا کے بھاگا جاتا تھا میں نے کمک پہونچا دی؟ اور تمھارے ایک بڑے لشکر کو اُس قدرتی قیدخانے سے نکال لائی جہان وہ عمر بھر پہاڑون سے ٹکراتے اور راستہ نہ پاتے؟"

افشین "مگر یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اور تمھارا کیا نام ہے؟"

عورت "ایک معمولی خرمی عورت ہون۔ ماہ آفرید میرا نام ہے۔ اور حضرت بابک کی ساقیہ ہون۔"

افشین "تو کیا خود بابک اس لڑائی مین موجود تھا؟"

ماہ آفرید "تھے کیون نہین؟ وہ ہمیشہ لڑائی مین زیادہ شراب پیا کرتے ہین۔ اور جب تک لڑائی ہوتی رہتی ہے مین شراب کے جام بھربھر کے دیتی رہتی ہون۔ مگر اثنائے جنگ مین ایک کام کے لیے مین اجازت لے کے شہر مین چلی گئی۔ اور جب وہ کام ہو چکا تو یہ خیال کر کے کہ میرے سوا اور کسی کے ہاتھ سے شراب پینے مین اُنھین مزہ نہین آتا واپس آئی۔ مگر میرے پہونچنے سے پہلے لڑائی ختم ہو گئی اور مین پھر شہر مین جا رہی تھی کہ آپ کے لوگون نے پکڑ لیا۔"

افشین "مگر بابک میدان مین موجود تھا تو کہان چلا گیا؟ ہم نے تو کسی بابکی کو بچ کے نہین جانے دیا۔"

ماہ آفرید۔ (ہنس کے) "کیا آپ سمجھتے ہین کہ حضرت بابک پاک نہاد کو آپ پکڑ سکین گے؟ یہ خیال خام ہے اور محال۔ وہ خالص روح ہین اور محض نور۔ جسم فقط دیکھنے کا ہے۔ اور محض دھوکا ہے۔ اُن مین ایسی قوت ہے کہ ہوا مین اُڑ کے جا سکتے ہین۔ زمین مین سما کے نکل جا سکتے ہین۔ کسی نہ کسی تدبیر سے نکل گئے ہون گے۔"

افشین "خوب۔ عورت تیرا کفر اور بابک کے ساتھ تیرے تعلقات مجبور کرتے ہین کہ ہم تجھے قتل کرین۔ مگر تجھ سے ہمین ایسی مدد ملی ہے اور تو نے ایسا احسان کیا ہے کہ تجھ پہ ہماری تلوار نہین اُٹھ سکتی۔ جا تو آزاد ہے

(اُس کی رسیاں کھلوا کے) اب یہاں نہ ٹھہر۔ اور اپنے کافر و زندیق آقا کو جا کے شراب پلا۔ لیکن جانے سے پہلے اپنے شہر اور اپنے آقا کے کچھ حالات بتا دے۔"

ماہ فرید۔" جو بتانے کے قابل ہیں اُن کے بتانے میں مجھے تامل نہ ہوگا مگر اُس وقت جب آپ اطمینان سے بیٹھ کے پوچھیں گے۔"

افشین۔" اچھا تو میرے خیمے میں چل۔ اور ہم لوگوں سے کوئی اندیشہ نہ کر۔ ہم احسان فراموش نہیں ہیں۔"

یہ کہہ کے افشین نے اپنی فوج کو مرتب کر کے اندازہ کیا کہ اس لڑائی میں کتنے آدمی کام آئے۔ پھر مال غنیمت کو دہیں کھڑے کھڑے سپاہیوں میں تقسیم کیا۔ اسیروں کا شمار کرایا۔ اور حکم دیا کہ اپنی جگہ شہر بذ کے تیروں کی زد سے ہٹ کے خیمے نصب ہوں۔

چھٹا باب

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہی

افشین کے لشکر نے رات یہیں بسر کی۔ بابکیوں کے خوف سے ہر طرف سپاہی پہرے پر مقرر کر دیے گئے۔ لوگوں نے جا بجا آگ روشن کی معمولی قسم کا کھانا پکا پکا کے کھایا۔ اور سر شام ہی افشین کے خیمے میں دسترخوان بچھا جس پر چند معزز افسران فوج کے ساتھ ماہ آفرید کو بھی بیٹھنے کی اجازت دی گئی۔ کھانے کے بعد سب مہمان ہاتھ منہ دھو کے خیمے کے اندر ہی آگ کے پاس جا کے بیٹھے۔ اس لیے کہ سردی اور ٹھنڈی ہوا سے ہاتھ پاؤں ٹھٹھرے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر باتیں کر کے جب سب لوگ چلے گئے اور خیمے میں ماہ آفرید کے سوا کوئی نہ رہا تو افشین نے اُس کی طرف متوجہ ہو کے کہا۔" اب تم اپنے آقا بابک کے حالات بیان کرو۔"

ماہ آفرید "اُن کے حالات کیا؟ مظہر یزدان ہین۔ خدا نے اپنے صفات کمال کو اُن کی صورت مین شخص کر کے دکھایا ہے"

افشین "اِس قسم کے حالات کی مجھے ضرورت نہین۔ یہ بتاؤ کہ وہ رات کو کس جگہ سوتے ہین؟ اور کن کن لوگون سے زیادہ ملتے جلتے ہین؟"

ماہ آفرید "لڑائی کے سوا اور کبھی وہ اپنے شہر سے نہین نکلتے۔ اور آج کل تو جنگ کے کامون مین مصروف رہا کرتے ہین۔ مگر اور زمانون مین سوا دین کی باتین سکھانے اور نجات کا راستہ بتانے کے اُن کا اور کام نہین رہتا"

افشین "کیا اُن دنون شراب نہین پیتے"

ماہ آفرید "شراب کیون نہ پیتے؟ شراب اُن کے نزدیک نردبانِ حقیقی اور عالمِ نور کی معراج ہے۔ میکشی اُن کے دین مین ثواب بلکہ عبادت ہے"

افشین "اور زنا بھی غالباً ذریعۂ نجات ہوگا؟"

ماہ آفرید "اُن کا یہ کام عورتون کو نفع پہونچانے اور اُنھین اُن کے حقوق دلوانے کے لیے ہے۔ دنیا کے تمام قانون اور مذہبون مین عورتون کے خیالات اور اُن کی خواہشون کا خیال نہین رکھا گیا ہے۔ اور مردون نے سارے عالم مین عورتون کو اپنی خواہش پوری کرنے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ ہمارے حضرت بابک یزدان مظہر نے عورتون کو اِس بارے مین آزادی دیدی اور وخشور (پیغمبر) اعظم حضرت زرتشت کے اِس اصول کو برقرار رکھ کے کہ جن عورتون کو آپ لوگ محرمات ابدیہ کہتے ہین وہ بھی اپنی خواہشون سے عام ازین کہ وہ باپ بھائی کے ساتھ کیون نہ ہون نہین روکی جا سکتین اُن تمام مظالم کو مٹا دیا جو سلاطین عجم کے محلون اور امرائے فارس کے گھرون مین کمزور عورتون پر ہو رہے تھے۔ اِس لیے حضرت بابک کی ذات عورتون کے لیے خصوصیت کے ساتھ رحمت یزدانی ہے"

افشین "ماہ آفرید۔ تو جوان اور خوبرو عورت ہے۔ اور مجھے یہ سُن کے افسوس ہوتا ہے کہ ایسا بداخلاقی و بدکاری کا دین اختیار کر کے تو اپنی

خواہش پوری کرنے میں آزاد ہونے کے دھوکے میں مردوں کی عام شہوت رانی کا ذریعہ بن گئی ہے۔"

ماہ آفرید:"مین ایک آزاد بی بی اور اپنے نفس کی مختار بننے کے بعد پھر مردون کی لونڈی نہین بن سکتی۔ اور نہ حضرت بابک پاک نہاد کو چھوڑ سکتی ہون۔"

افشین:"تو مسلمان ہو جا۔ اور مین وعدہ کرتا ہون کہ ایک شریف عربی یا ترکی مسلمان بانو بن کے تو اِس ذلت کی حالت سے بہت زیادہ معزز اور اپنی خانگی زندگی مین زیادہ آزاد ہو جائے گی۔"

ماہ آفرید:"اس بارے مین آپ مجھ سے نہ فرمائین۔ مین اپنے دین کو نہ چھوڑون گی۔"

افشین:"یہ بھی نہین منظور کہ مین تجھے اپنی محبوبہ بی بی بنا لون؟"

ماہ آفرید:"نہین۔ مجھ سے نہ ہوگا۔ مین نے سنا ہو کہ آپ لوگ اپنی عورتون پر بڑی سختیان کرتے مین۔ جن کو مین آزادی کے بعد ہرگز نہ برداشت کر سکون گی۔"

افشین:"دیکھو ماہ آفرید۔ عورت کی اصل فطرت یہ ہے کہ کسی ایک کی ہو کے رہے۔ اور جس سے تعلق ہو جاتا ہے اُسی کی ہو جاتی ہے۔"

ماہ آفرید:"بیشک عورت کی اصلی خواہش اور سرشت یہی ہے مگر بقول حضرت بابک کے یہ اُسی کی کمزوری اور بے عقلی ہے۔ وہ فرماتے ہین کہ عورت نے عہد سلف سے آج تک آزما کے دیکھ لیا ہے کہ جیسی وفاداری اُس کی سرشت مین ہے ویسا وفادار مرد دُنیا مین نہین ملتا۔ جس کی وجہ سے ایک کی ہو جانے کے بعد وہ ہمیشہ نقصان اور صدمے اُٹھاتی اور زندگی بھر ایک سخت نامرادی اور کوفت مین مبتلا رہتی ہے لہذا اِس تجربے نے ثابت کر دیا کہ عورت کو بھی ویسا ہی آزاد ہونا چاہیے جیسے کہ مرد ہین۔ بلکہ وہ مردون سے زیادہ آزادی پانے کی مستحق ہے تاکہ اطمینان و آزادی کی زندگی حاصل کر کے وہ اچھی اولاد پیدا کر سکے اور اُسے اچھی طرح پرورش کرے۔"

اس گفتگو کو افشین نے حیرت سے سُنا۔ اور متحیر ہو گیا کہ بابک خرمی نے کس سوخ کے ساتھ بیحیائی کے فخر و ناز کو اِس عورت کے دل مین راسخ کر دیا ہے۔ اور مجبوراً ملال کے کہنے لگا "تو تمھارے یہان جتنی عورتین اسیر ہو کے آئی ہین اُن سب کے

ساتھ جبراً ایسی سلوک ہوتا ہوگا۔ اور بابک کو اختیار ہوگا کہ جب چاہیں اُسے بے آبرو کر ڈالیں؟"

ماہ آفرید: "آپ اسے بے آبروئی کہتے ہیں تو کہیں اصل میں تو کسی عورت اور لونڈی کے لیے یہ چیز باعثِ فخر و ناز ہے کہ ہمارے آقا سے پاک نہاد اُس کی طرف لطف و محبت سے توجہ کریں۔ مگر جہاں یہ ہے وہاں یہ بھی ہے کہ ہم لوگوں میں جبر کرنا ناجائز ہے۔ ہم انسان کو مرد ہو یا عورت فاعلِ مختار مانتے ہیں۔ نیز ان کو یہ حق نہیں کہ کسی کی آزادی اور خود مختاری میں فرق ڈالے۔ ہمارے یہاں قلعے میں ہزاروں عورتیں پکڑ کے آئیں۔ اور جس کو پسند آئیں اُس کے حوالے کر دی گئیں۔ بہت سی پری جمال مہ طلعتوں کو خود حضرت بابک نے پسند فرما کے اپنے لیے چن لیا۔ مگر اس طرح قابو پانے کے بعد کسی مرد کو حتیٰ کہ خود حضرت بابک کو بھی یہ حق نہیں ہو جاتا کہ ایسی کسی عورت کو اُس کی مرضی کے خلاف اپنی خواہش پوری کرنے پر مجبور کریں۔ اُن سے بہ لطف و محبت اور پوں نہیں مانتیں تو بہ عجز و الحاح خواہش کی جاتی ہے۔ اگر وہ رضامند ہوئیں تو بہتر ورنہ فروخت کر ڈالی جاتی ہیں۔ یا یوں ہی چھوڑ دی جاتی ہیں۔"

افشین: "شہر بذ میں اسیر شدہ عورتوں میں سے کوئی بھی ایسی ہے جو بدکاری پر مجبور نہ کی گئی ہو؟ اور آج تک عزت و آبرو کے ساتھ کسی خرمی کے گھر میں رہتی ہو؟"

ماہ آفرید: "ہوں کیوں نہیں؟ کئی ایک ہیں۔"

افشین: "بھلا بتاؤ وہ کون کون ہیں؟"

ماہ آفرید: "(آپ ہی آپ چونک کے) یہ میں نہ بتاؤں گی۔ میں جانتی ہوں کہ آپ نے ہمارے قلعے پر کیوں چڑھائی کی ہے۔ حضرت بابک کو غیب کی تمام باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ اُنھوں نے شہر بذ کے بچے بچے کو بتا دیا تھا کہ عباسیہ لڑکی کو چھڑانے کے لیے جو ہمارے ہاتھ میں گرفتار ہے بغداد سے فوج کشی ہوگی۔ آپ بڑا زبردست لشکر لے کے آئیں گے۔ جس کا مقابلہ

کرنا غریب خرمیون کو مشکل ہو گا - اور ہم لوگون پر جو قسا ئیون کا سا ظلم اسحٰق ابن ابراہیم کر چکا ہے وہی بلکہ اُس سے بڑھ کے بِفر ہو گا - چنانچہ اُنھون نے مقابلے اور اپنی حفاظت کا سامان پہلے ہی سے کر لیا ہے - قلعۂ بذ کے اندر سے سیکڑون زیر زمین راستے مختلف میدانون وادیون اور پہاڑیون مین نکال لیے گئے - اور اُس پاس کی بستیون اور آبادیون مین ایسے کوئی نہین ہے جس کو بذ سے زمین کے نیچے نیچے راستہ نہ گیا ہو"

افشین - (تعجب سے) "تو بابک نے اپنے بھاگنے کے لیے ایسا بندوبست کر رکھا ہے؟"

ماہ آفرید "یہ سامان اُنھون نے اپنے لیے نہین کیا - بلکہ یہ اُن کے رفیقون اور شہر والون کے لیے ہے - وہ خود تو جس طرح چاہین چلے جا سکتے ہین - چاہین نظرون سے غائب ہون اور دشمنون کے بیچ مین سے ہو کے نکل جائین - چاہین زمین مین سما کے کہین اور ہو رہین - اُن کا راستہ روکنا کس کے امکان مین ہے؟"

یہ سُن کے افشین نے دل مین کہا "اب سمجھ مین آیا کہ بابک بار جو دیکھیے چارون طرف سے گھر گیا تھا کیونکر بیچ میدان مین سے غائب ہو گیا - پھر ماہ آفرید کی طرف دیکھا اور مسکرا کے کہا "تو تم اُس عباسیہ لڑکی ریحانہ کا حال نہ بیان کرو گی جو تمھارے مقتدا بابک کے محل مین قید ہے؟"

ماہ آفرید "ایک لفظ بھی نہین - اس پر ہم سب کو اور خود حضرت بابک کو حیرت ہے کہ وہ نادان لڑکی اُن کی محبت و عنایت کی قدر نہین کرتی - اُس کی ضد پر سب کو غصہ آتا ہے - اور بار بار لوگ سمجھاتے ہین کہ جناب بابک کی محبت کو اپنی خوش نصیبی سمجھ کے قبول کرو - مگر وہ کمبخت نہین مانتی - اُدھر حضرت بابک کا یہ حال ہے کہ گویا اُس سے زیادہ خوبصورت عورت دنیا مین پیدا ہی نہین ہوئی ہے - وہ کوئی ایسی بڑی صورت دار بھی نہین ہے - غالبًا بغداد کے عباسی خلیفہ کی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اُنھین اُس کے ساتھ عشق سا ہو گیا - مگر وہ اپنی حماقت

سے نہین مانتی۔ اور جبر اِس لیے نہین کیا جا سکتا کہ ہمارے یہان ہر زن و مرد اپنے معاملے کا اختیار رکھتا ہے۔ چاہے مانے چاہے نہ مانے۔"

افشین۔ "اور رہتی وہ اُنھین کے محل مین ہے؟"

ماہ آفرید۔ "جی اور کیا؟ مگر نہین مین نہین بتا سکتی۔ آپ چپکے چپکے سب باتین پوچھے لیتے ہین۔ لیکن یہ بتانے کی باتین نہین ہین۔"

افشین۔ "اچھا تمھین نہین منظور ہے تو اِس ذکر کو جانے دو۔ مگر ایک بات مجھے سچ سچ بتا دو تو تمھارا بڑا احسان ہوگا۔"

ماہ آفرید۔ "آپ پوچھین تو سہی۔ بتانے کی بات ہوگی تو ضرور بتا دون گی۔"

افشین۔ "یہ بتاؤ کہ تم اُس گھاٹی مین کیونکر ہو پہنچین جس مین ہمارا آدھا لشکر پھنس گیا تھا؟ اور اُسے یہان کیون پہونچا دیا؟ تم بابک کی اتنی بڑی معتقد اور اپنی قوم کی سچی دوست ہو پھر اپنے دشمنون کی مدد کرنے کی کیا وجہ؟"

ماہ آفرید۔ "سچ سچ کہہ دون؟ آپ بُرا تو نہ مانین گے؟"

افشین۔ "نہین مین بُرا نہ مانون گا۔"

ماہ آفرید۔ "ایسا نہ ہو کہ آپ کو غصہ آجائے اور میرے قتل کا حکم دے دین؟"

افشین۔ "ہرگز نہین مین تم کو آزادی دے چکا۔ اور یہ تمھارا فقط احسان ہے جو میرے پاس بیٹھی ہو۔ ورنہ تم کو اختیار ہے کہ جب چاہو چلی جاؤ۔ یہ بھی دیکھ چکا ہون کہ تم اپنے مذہب مین بہت پکی ہو۔ اور کسی لالچ سے اُسے نہ چھوڑو گی۔ تمھاری جان لینا ہوتی تو یہی کافی تھا۔"

ماہ آفرید۔ "اس راز کے بتانے کی مجھے جراُت نہین ہوتی۔ آپ کو اس کے سننے کا ایسا ہی شوق ہے تو اُس وقت بتاؤن گی جب آپ کی گرفت سے باہر ہو جاؤن گی۔"

افشین۔ "اس کی جو صورت بتاؤ مین اُس کے لیے بھی تیار ہون۔"

ماہ آفرید۔ "تو آپ میرے ساتھ رات کے اندھیرے مین شہر بذ کی فصیل کے نیچے چلیے۔ مین پکار کے لوگون سے کہون گی کہ ٹوکری لٹکائین۔ اور مجھے اُس مین بٹھا کے اوپر کھینچ لین جب ٹوکری مین بیٹھ کے آدھی بلندی پر چڑھ

لون گی تب یہ راز بتاؤن گی"

افشین کو اس راز کے دریافت کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ راضی ہو گیا اُس کے ساتھ یکہ و تنہا رات کے اندھیرے مین فصیل کے نیچے گیا۔ ماہ آفرید کے بارچے سے پہرے والون نے ٹوکری لٹکائی۔ اور وہ اُس مین بیٹھ کے اوپر کی طرف چلی آدھی بلندی پر پہونچ کے اُس نے کھینچنے والون سے کہا ٹھہرو۔ اور افشین سے بیان کرنا شروع کیا "مین اپنے دین مین پکی ہی نہین مسلمانون کی سخت ترین دشمن ہون۔ میرے بھائی خورزاد کو آپ کی سازش سے قلعۂ شاہی کے حاکم مہر بنداد نے دغا بازی کر کے بڑی بے رحمی سے مار ڈالا۔ اور سنتی ہون اُن کا سر بغداد مین جانے والا ہے۔ جس وقت سے یہ خبر سنی ہے کسی حالت پر قرار نہین آتا۔ انگارون پر لوٹتی ہون۔ اور ڈھونڈھتی پھرتی ہون کہ کوئی مسلمان ملے تو سینہ چاک کر کے اُس کا کلیجا چباؤن اور اُس کے دل کو اپنے ہاتھون سے ملون۔ مگر یہ تمنا نہین پوری ہوتی۔ اور جب کسی مسلمان کی بوٹیان نہین ملتین تو خود اپنی بوٹیان نوچنے لگتی ہون۔ آج لڑائی کے شروع ہی مین حضرت بابک پاک نہاد کو ایک جاسوس نے خبر دی کہ مسلمانون کا آدھا لشکر جو دوسری طرف سے آ رہا تھا دھوکا دے کے فلان گھاٹی مین پہونچا دیا گیا۔ جہان شام تک سرگردان رہے گا۔ نہ راستہ پائے گا۔ اور آدھی رات کو ایک خرمی لشکر جا کے اُسی قدرتی قید خانے مین اُن لشکریون کا کام تمام کر دے گا" یہ سُن کے مجھے خیال ہوا کہ جس وقت وہ مسلمان مارے جائین گے اُس وقت اگر مین وہان موجود ہون تو شاید مری یہ تمنا پوری ہو جائے۔ اُس گھاٹی کا راستہ جانتی تھی کہ بہت ہی قریب ہے اور قلعے کے نیچے سے ایک سرنگ مین ہو کے گیا ہے۔ اس لیے حضرت بابک سے اجازت لے کے ایک خنجر اپنے کپڑون مین چھپا لیا۔ وہان پہونچی۔ اور بے سوچے سمجھے اُن گم گشتہ مسلمانون کے سامنے نمودار ہو گئی۔ اُنھون نے جو مجھے دیکھا تو سمجھے کہ ادھر سے راستہ ہو گا میرا تعاقب کیا۔ مین گھبرا کے پلٹی کہ قلعے کے اندر پہونچ جاؤن۔ مگر اُنھون نے میری جان نہ چھوڑی اور شہر کے پھاٹک تک برابر بڑھتے چلے

آپ تو ہوا خاص کے پاس پہونچ گئے ہیں۔ میں نے فصیل کے اوپر جو لوگ تھے اُن سے ڈوکری
لٹکانے کو کہا۔ اُنھوں نے ڈوکری لٹکائی مگر جب تک وہ اوپر کھینچیں کھینچیں وہ
سلطان لشکر میرے سر پر آپہونچا۔ اور اب مجھے سوا اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ
اُن کو اشارہ کرکے بتاؤں کہ دیکھو وہ سامنے لڑائی ہو رہی ہے اُدھر جاؤ۔
اُن لوگوں نے اُدھر میدان جنگ کو گرم دیکھ کے فوراً حملہ کر دیا۔ اُن کے حملہ
کرنے کے بعد مجھے اپنے آقا بابک کا خیال آیا جو آگے پیچھے دونوں طرف سے دشمنوں
میں گھر رہے تھے۔ فوراً تہ خانے کے راستے سے جو میں اُس مقام پر نکلا ہے جہاں
حضرت آپ کھڑے تھے میں میدان جنگ کے بیچ میں آگئی۔ اور گھبراہٹ میں
ایک جام شراب اُنھیں پلایا تھا کہ خرمیوں میں بھگدڑ پڑ گئی۔ اور ایسی بدحواسی
سے بھاگے کہ اُن کا ایک ریلا مجھے دور ہٹا لے گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت
بابک تو قلعے کے اندر پہونچ گئے۔ اور میں آپ کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئی۔" یہ
حالات بتا کے ماہ آفرید نے کہا اور بس اب میں کچھ نہ بتاؤں گی۔ اور تم نے مجھ
پر جو احسان کیا ہے اُس کے معاوضے میں اس وقت میں تم پر احسان کرکے
کہتی ہوں کہ فوراً اپنے لشکر میں واپس جاؤ۔ کسی کو ذرا بھی خبر ہو گئی تو گھیر کے
پکڑ لیں گے۔ اور پھر تمھارا کچھ زور نہ چلے گا۔ اس جگہ میں تمھارے بس میں
نہیں بلکہ تم میرے بس میں ہو۔" کہتے ہی اُس نے فصیل والوں کو ڈوکری
کھینچنے کا حکم دیا۔ مگر قبل اس کے کہ اوپر پہونچ کے غائب ہو افشین نے کہا "ہم
دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرکے دوستی پیدا کر لی ہے۔ اور
امید ہے کہ اس کا خیال تمھارے دل میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔ اُسی
کو یاد دلا کے کہتا ہوں کہ کبھی کبھی مجھ سے مل جایا کرو۔ تم کو تو فقط اس حقیر
درجے کے مروت و اخلاق کا خیال ہے جو مجھ سے ظاہر ہوا مگر میں تمھارے
اس احسان کے علاوہ تمھاری باتوں کا شیفتہ اور تمھاری صورت پر فریفتہ بھی ہو گیا۔"

ماہ آفرید نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ فصیل کے اوپر پہونچ کے
نظر سے غائب ہو گئی۔ اور افشین اُس کے خیال میں محو اور اس کی باتوں
کو یاد کرتا ہوا خیمے میں واپس آیا۔

ساتوان باب

ناکام حملے

جس رات کا یہ واقعہ ہے اُس کی صبح کو بغا نے اپنی فوج کے ساتھ بزم کے قلعۂ ہشتادسر پر دھاوا کیا۔ بڑے جوش و خروش کے ساتھ فتح کے نعرے لگاتا ہوا پہاڑون کی بلندی تک چڑھ گیا۔ اور خرمیون کے ایک چھوٹے سے گاؤن پر قابض ہو گیا۔ جو اُس بلندی پر قلعے کے متصل آباد تھا۔ اُس مین خرمیون کی جو مختصر سی فوج تھی وہ بھاگ کے ہشتادسر مین چلی گئی۔ بغا نے اُن کے خیمون اور مکانون کو خوب لوٹا۔ چند خرمیون کے ساتھ بابک کے پھوپھی زاد بھائی اُبن جاویدان کو گرفتار کیا۔ اور اُس بلندی سے اُتر کے شہر بذ کی طرف چلا۔ مگر جاتے ہی جاتے شام ہو گئی۔ تب بغا نے اپنی فوج طلیعہ کے افسر داؤد سیاہ کو ایک سوار بھیج کے حکم دیا کہ "رات ہونے کو آئی۔ اور ہمارے سپاہی چلتے چلتے شل ہو گئے ہین۔ تم اِس سرزمین سے واقف ہو۔ اس لیے کوئی ایسی مضبوط و محفوظ پہاڑی ڈھونڈھ کے تاکو جہان ہم پڑاؤ ڈالین۔ اور رات بسر کرین۔" داؤد کی تجویز کی مطابق سب ایک بلند پہاڑی پر چڑھ گئے۔ وہان پہونچے تو سامنے افشین کا پڑاؤ دکھائی دیا۔ مگر بغا نے خیال کیا کہ یہ بابکیون کا لشکر ہے۔ اور صبح ہوتے ہی ہم انشاء اللہ ان کافرون پر حملہ کرین گے۔

لیکن رات کو اِس شدت سے برف پڑی اور ایسی سرد اور تند ہوا چلنا شروع ہوئی کہ بغا اور اُس کے ساتھیون کو موت سامنے نظر آنے لگی۔ پانی جہان یا جس کے پاس تھا جم گیا۔ اور سب کملون مین لپٹے پڑے تھے۔ صبح کو اُن کے ہاتھ پاؤن اِس قدر ٹھٹھرے ہوے تھے کہ کسی کو اپنی جگہ سے ہلنے کی تاب نہ تھی۔ سارے دن برف پڑتی رہی اور بغا کے اس مصیبت زدہ لشکر کی یہ حالت تھی کہ پینے اور گھوڑون کے پلانے کے لیے کسی کو پانی بھی نہ نصیب ہوا۔ اسی مصیبت مین تیسرا دن ہوا۔ اور خستہ حال سپاہیون نے بغا سے کہا "اب نہ ہمارے پاس کھانا ہے۔ نہ دانہ نہ چارہ۔ اور سردی و برف باری کا یہ حال ہے۔ لیکن

چاہیے جو کچھ ہوا اب بھی اسی حال میں یہاں پڑا رہنا غیر ممکن ہے۔ خدا کا نام لے کے اُٹھیے۔ دشمن پر حملہ کیجیے۔ یا واپس چلیے۔ بہرحال کچھ کرنا چاہیے"

بغا نے مجبورًا پہاڑی سے اُترنا شروع کیا اور یہ خیال کر کے کہ بذ کے پھاٹک کے سامنے خود سپہ سالار افشین خیمہ زن ہوں گے اسی طرف چلا تاکہ دونوں مل کے بذ پر یورش کر دیں۔ پہاڑی کے نیچے پہونچا تو یہ دیکھ کے حیرت ہو گئی کہ آسمان صاف ہے۔ اور برف و باران کا نام و نشان بھی نہیں۔ خدا کی اس عنایت پر خوش ہوا۔ اور زور و شور سے طبل جنگ بجاتا ہوا بذ کی طرف چلا۔ مگر اُس کے پھاٹک تک پہونچ کے دیکھا تو افشین اور اُس کے لشکر کا کہیں پتہ نہیں۔ اور خرابی یہ ہوئی کہ آج ہی صبح کو بابک خرمی نے ایک بڑے زبردست لشکر کے ساتھ نکل کے افشین پہ حملہ کیا۔ افشین نے جم کے مقابلہ کیا۔ لیکن اثنائے جنگ میں دیکھا کہ داہنے بائیں ہر طرف سے یکایک بابکیوں کی نئی فوجیں نکل پڑتی ہیں۔ گویا اُنھیں زمین اُگل رہی ہے۔ اس کے مقابل افشین نے اپنے سپاہیوں کو دیکھا تو نہایت ہی بدحواس اور شکستہ خاطر پایا۔ یہ دیکھتے ہی اُس نے مجبورًا پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ اُسے ہٹتے دیکھ کے حوصلہ مند بابکیوں نے حملے پہ حملے شروع کر دیے۔ اور آخر افشین اور اُس کے لشکر کو کئی میل پیچھے ہٹا کے واپس گئے۔ اس لیے کہ اب افشین کا لشکر ایک ایسی گھاٹی میں پہونچ گیا تھا جہاں قدم جما کے وہ اطمینان اور مضبوطی سے مقابلہ کر سکتے تھے۔ یہ دیکھ کے بابکی واپس چلے۔ اور افشین موقع پا کے اپنی لشکرگاہ میں پہونچ گیا۔

اسی اثنا میں جب بغا طبل بجاتا ہوا بذ کے قریب پہونچا تو حسب اتفاق اُس کے مقدمۃ الجیش کا سردار قلعۂ شاہی کے حاکم ابن سنبیس کا ایک غلام تھا۔ اُس نے شہر بذ کے باہر ایک بابکیہ عورت کو دیکھا۔ جو قریب آئی اور پوچھا "تم یہاں کس لیے آ رہے ہو؟" اُس نے کہا "میں سردار بغا کے مقدمۃ الجیش کا سردار ہوں۔ وہ آتے ہیں کہ تمھارے شہر پر دھاوا کریں۔ عورت نے کہا "اس دھوکے میں نہ رہنا۔ اپنے سردار سے کہو کہ فورًا واپس جائیں۔ ورنہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی تمھارے سردار اعظم

افشین کو بابکیوں نے بڑی زبردست شکست دی۔ اور اُن کے پیچھے پیچھے تعاقب کرتے ہوئے گئے ہیں۔ اُن کے واپس آتے ہی اُدھر سے تم پر وہ حملہ کر دیں اور ادھر شہر سے دوسرا لشکر نکل پڑے گا۔ پھر تم دونوں میں گھر کے بالکل تباہ ہو جاؤ گے۔"

غلام: "اور اے خاتون تم کون ہو کہ ہمارے حال پر ایسا احسان کیا؟"

عورت: "میں کوئی ہوں تمھیں کیا غرض؟ اس نازک گھڑی میں تم اپنا فکر کرو میری فکر کرنے کا وقت نہیں ہے۔"

غلام نے فوراً واپس جا کے بغا کو اس واقعے کی خبر کی۔ وہ سن کے بہت پریشان ہوا۔ اور ہمراہی سرداران فوج کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ ایسی حالت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ایک نے کہا "میں تو یہ کروں [illegible] معلوم ہو۔" دوسرا بولا "اگر ایسا ہے تو اس کی تصدیق دم بھر میں ہو سکتی ہے۔ [illegible] کی پہاڑی پر چڑھ کے دیکھیے۔ اگر واقعی افشین اپنی جگہ سے [illegible] ہٹ گیا ہو تو اس کا پڑاؤ وہاں سے صاف نظر آئے گا۔" چنانچہ بغا اسی وقت پہاڑ پر چڑھ کے دیکھا اور معلوم ہوا کہ میدان خالی ہے۔ افشین کے لشکر کا کہیں پتہ نہیں۔ یہ دیکھ کے حواس جاتے رہے۔ اور اسی وقت پلٹ کر اپنا ارادہ [illegible] چاہتے [illegible] چنانچہ فوراً کوچ کر دیا گیا۔ اور سب تیزی سے لپکتے ہوئے چلے۔ اور جس راستے سے آئے تھے اُسے چھوڑ دیا۔ اس لیے کہ اُس میں تنگ [illegible] تاریک گھاٹیاں زیادہ پڑتی تھیں۔ اور بجائے اُس راستے کے بغا وادیٔ [illegible] کے گرد چکر کھاتا ہوا چلا۔

لیکن بغا کی فوج والے اس قدر پریشان اور خستہ ہو رہے تھے کہ قدم اٹھانا دشوار تھا۔ بعض نے عاجز آ کے صاف کہہ دیا کہ "اب ہم سے نہیں چلا جاتا۔" اس پر قیامت یہ ہوئی کہ ذرا فاصلے پر دس بابکی سوار نظر آئے جو پیچھے پیچھے لگے چلے آتے تھے۔ اُن کو بغا نے دیکھ کے اپنے دوستوں سے کہا: "مجھے ان لوگوں سے اندیشہ ہے۔ ایسا نہ ہو یہ ہمارے کوچ میں خلل انداز ہوں۔ اور اپنے ساتھیوں کو بلا کے ہم کو کسی گھاٹی میں گھیر لیں۔" بغا کے

بھائی فضیل نے کہا اصل میں یہ لوگ ڈاکو اور لٹیرے ہیں۔ رات کو شیر ہوتے ہیں۔ اور دن کو بھیڑ۔ بہتر یہ ہو تاکہ جلدی جلدی کوچ کرکے ہم رات سے پہلے ہی اس گھاٹی سے گزر جاتے جو آگے آئے گی۔ مگر دوسرے لوگوں نے جن کے ہاتھ پاؤں رہ گئے تھے اصرار کے ساتھ کہا۔ مگر ہم میں اب چلنے کی تاب نہیں ہے سپاہیوں نے بیدم ہوکے ناتوانی سے ہتھیار پھینک پھینک دیئے جو پیچھے بار برداری کے خچروں پر رکھوا دیئے گئے ہیں۔ اُن خچروں کے ساتھ کوئی فوج نہیں ہے آگے بڑھ گئے تو دشمن آسانی سے حملہ کرکے قبضہ کرلیں گے۔ اس کے سوا بابک کے مرشد کا بیٹا اور بابکیوں کا سب سے بڑا سرغنا ابن جاویدان جسے کل ہم نے گرفتار کرلیا تھا وہ بھی باربرداری کے خچروں کے ساتھ ہے اگر باغی اُسے چھڑا لے گئے تو ہمارا سارا رعب خاک میں مل جائے گا۔ لہذا بجائے کوچ کے یہیں کہیں پڑاؤ ڈال کے ٹھہر جانا چاہیئے۔ آفشا اس کے خلاف تھا مگر کثرت رائے دیکھ کے آمادہ ہوگیا۔ اور ایک بلند اور صاف ٹیلے پر پڑاؤ ڈال کے ٹھہر گیا۔ فوج والے یونہیں بیدم ہو رہے تھے اس پر مصیبت پڑی کہ زاد راہ صرف ہو چکا تھا۔ کھانا نہ ملنے سے ہاتھ پاؤں میں تھوڑی بہت سکت جو باقی تھی وہ بھی نہ رہی۔ لیکن پھر چھولداریاں کھڑی کیں بچھونے بچھا کے لیٹے اور پہاڑی کے ڈھال پر چاروں طرف پہرہ مقرر کردیا کہ ذرا بھی کھٹکا ہو تو سب کو ہوشیار کردیں۔

ناگہاں معلوم ہوا کہ اُن کی پشت کی جانب سے بابک خرمی آپہونچا۔ اُس کی فوج نے آناً فاناً میں چاروں طرف سے پہاڑی کو گھیر لیا۔ اور لڑائی چھڑ گئی۔ آفشا فوراً گھوڑے پر سوار ہوکے مقابل ہوا۔ مگر اُس کے ہمراہیوں میں مقابلے کی طاقت نہ تھی۔ سرداران فوج میں سے فضیل بن کاوس ایسا زخمی ہوا کہ لڑائی کے کام کا نہ رہا۔ جناح سکری۔ اور ابن جوشن مارے گئے۔ خود ایک بہادر افسر گرفتار ہو گئے۔ اور سپاہی جانیں لے لے کے بھاگے۔ آفشا نے ہزار کوشش کی کہ اُنھیں روکے مگر روک نہ سکا۔ آخر وہ بھی میدان چھوڑ کے بھاگا۔ اور مشکلوں سے اپنی پہلی

لشکرگاہ مین پہونچا غنیمت یہ ہوا کہ بابکی فتح پاتے ہی لوٹ مار مین مصروف ہو گئے
خیمے ڈیرے۔ سارا مال و اسباب۔ اسلحہ سامان جنگ۔ اور بہت سے قیدی اُن
کے قبضے مین آئے۔ خصوصاً جب جاویدان کا بیٹا بھی زندہ مل گیا تو اُن کی خوشی
کی کوئی حد نہ تھی۔ [illegible] مارے خوشی کے اُنھون نے تعاقب کا ارادہ نہ کیا۔ ورنہ
بغا کیا معنے کوئی بھی زندہ بچ کے نہ آتا۔ افشین کو جب اِس شکست کا حال معلوم
ہوا۔ تو بڑا صدمہ ہوا۔ مگر مجبور تھا۔ اب اس کی یہ رائے قرار پائی کہ اِن
پہاڑیون مین اور ایسے پیچیدہ کوہستان مین ہوشیار بابکیون پر قابو پانا
غیر ممکن ہے۔ لہذا بجائے زبردست حملہ کرنے کے اُن کو گھیرنا اور اُن کی
قوت توڑنے کی دوسری تدبیرین کرنا چاہیے۔ موسم سرما بھی شروع ہو گیا
تھا۔ اور تمام پہاڑ اور میدان برف سے سفید ہو رہے تھے۔ لہذا اُس نے
حملہ آوری کی کارروائی بالکل روک دی۔ اپنے پڑاؤ مین ٹھہر گیا۔ اور
بغا کو حکم دیا کہ تم مراغہ مین چلے جاؤ۔ اور اُس جانب سے بابک کا راستہ
روکو۔

آٹھوان باب

مراغہ کا قتل عام

اب بغا مراغہ مین ہے۔ اور قلعہ بذ کی شمالی و مغربی سڑکون کی ناکہ
بندی کیے ہوئے ہے۔ بابک کے لشکر مین یہ خبر پہونچی تو لوگون مین تشویش
پیدا ہوئی۔ اس لیے کہ غلے اور رسد کا سامان بابکیون کے پاس مراغہ ہی سے
پہونچ رہا تھا۔ ہم مذہبون کو پریشان دیکھ کے بابک کا بہت بڑا نامور
سپہ سالار طرخان اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور زمین بوس ہو کے عرض کیا۔ اگر
حضور یزدان مظہر مجھے اجازت دین تو مین مراغہ مین جا کے بغا کا سارا
انتظام درہم برہم کر دون۔ میرا وطن وہین ہے۔ اور شہر مراغہ سے
تھوڑے فاصلے پر ایک گاؤن مین رہتا ہون جہان کے اکثر لوگ
میرے طرفدار ہین۔ دس ہی بارہ روز کے اندر وہان مین ایک بہت

بڑا گر وہ تیار کر لون گا۔ اور وعدہ کرتا ہون کہ آپ کے علاقے کی شمالی سرحد پر بغا نے جو مکاری کا جال تن رکھا ہے اُسے دم بھر مین کمڑی کے جالے کی طرح توڑ کے رکھ دون گا۔" بابک نے خوشی سے اجازت دی۔ اور وہ چند رفیقون اور غلامون کو ساتھ لے کے تاجر مسافرون کے بھیس مین مراغہ کی طرف روانہ ہوا۔

پہلے چند روز تک خاص مراغہ مین ٹھہر کے پتہ لگایا کہ بغا کیا کر رہا ہے۔ یہان وہ تقیہ کیے ہوئے تھا۔ اپنے آپ کو نہایت ہی دیندار اور پابند شرع مسلمان ظاہر کر کے معزز مسلمانون سے ملتا تھا۔ شرفاے مراغہ کو دعوتین کر کے اپنے وہان بلاتا۔ اور باتون باتون مین اُن سے حالات دریافت کرتا تھا۔ آخر اُسے بغا کی تمام کارروائیان معلوم ہو گئین۔ اور اپنے گاؤن مین پہونچا جو مراغہ سے دس میل پر تھا۔ یہان کے اکثر لوگ پہلے ہی سے اُس کے موافق تھے جو خلاف تھے اُن کو بھی لوٹ مار اور حصول دولت کا لالچ دلا کے اپنے موافق کر لیا۔ اور چپکے ہی چپکے پاس پڑوس کے گاؤن مین اپنا اثر ڈال کے دس ہزار کے قریب فوج جمع کر لی۔

اب طرخان نے ارادہ کیا کہ اِس زبردست لشکر کے ساتھ ایک دن ناگہان مراغہ پر جا پڑے۔ اور بغا اور وہان کے والی کو قتل کر کے اُس علاقے مین اپنا سکہ بٹھا دے۔ لیکن یہ منصوبہ ابھی اُس کے دل مین تھا کسی ہمراہی کو اِس کی خبر نہ تھی۔ جو غلام اور رفقا مدت سے اُس کے ہمراہ آئے تھے ایک دن خلوت مین اُن کو جمع کر کے کہا "یہان مین اگرچہ خوش و خرم ہون۔ اپنے وطن مین ہون۔ اور ایسے ایسے پُرانے دوست موجود ہین جو بچپن مین ساتھ کھیلے ہین اور بہت سے قریبی رشتہ دار بھی ہین۔ مگر جو بھروسا مجھے آپ صاحبون پر ہے یہان کے کسی شخص پر نہین۔ اِن لوگون کو دو سال پہلے مین نے اپنا ہمدم و ہمراز اور ہم مذہب و ہم خیال بنا لیا تھا مگر میرے ہٹتے ہی سب نے مجھے چھوڑ دیا اور سب نے ڈالی۔ مراغہ کے دوست بن کے ہمارے ہم مذہبون پر ظلم و جور کرنے لگے۔ مین

اُن سے کام ضرور لون گا مگر اُن کو ہمراز بنانے کے قابل نہین سمجھتا۔ کیون ہرمزیار؟ تمھاری کیا رائے ہے؟"

ہرمزیار (جو بغداد سے اُس کے ساتھ آیا تھا۔ اور گو کہ بابک سے کسی قدر بدعقیدہ تھا مگر اُس کا بڑا جان باز رفیق تھا) "آپ ان لوگون مین سے کسی پر بھروسا نہ کیجیے۔ اور انھین پر کیا موقوف ہے مین تو کہتا ہون آپ کسی بابکی پر بھروسا نہ کرین"

طرخان۔ (ہنس کے) "اتنی آزادی اچھی نہین ہوتی۔ تم ہمیشہ بے باکی سے ایسی باتین زبان سے نکال بیٹھتے ہو۔ مگر سب تمھارے سے نہین ہو سکتے۔ ہمارے ساتھ ہمارے خوبصورت دوست فرخ چہر بھی ہین جو عصمت کے ساتھ گئے تھے۔ اور محض اپنی دانائی و لیاقت سے محمد بن مغیث کے خون آلود ہاتھون اور اُس کے دغابازی کے خنجر سے بچ کے چلے آئے۔ یہ غالباً میرے ہمراز تو خوشی سے بن جائین گے مگر تمھاری ان بیدینی کی گستاخیون کو نہین گوارا کر سکتے"

فرخ چہر۔ "مین آپ کا غلام ہون۔ مگر ہرمزیار کا بھی دوست ہون اور خوب جانتا ہون کہ یہ راستباز اور سچے دوست ہین۔ آپ کو جو رائے دین گے سچی اور نیک نیتی سے ہوگی۔ اور بابکیون پر جو انھین اعتراض ہے یہ بھی فقط اِس سبب سے ہے کہ یہ سچے بابکی ہین۔ آپ بھی تو بابکیون کی حالت دیکھ رہے ہین کہ جب عربون کا زور ہو جاتا ہے اُن کا کلمہ پڑھنے لگتے ہین۔ اور جب حضرت بابک کی قوت غالب آتی ہے تو اُن کے معتقد و پیرو بن جاتے ہین۔ ایسے لوگون کا کوئی کیا اعتبار کر سکتا ہے؟"

ہرمزیار۔ "اجی مین تو آپ سے یہ کہتا ہون کہ حضرت بابک یزدان مظہر کا ساتھ دینے مین بھی آپ اپنی مصلحتون کو نہ بھولا کیجیے۔ مین آپ سے بطور راز کے کہتا ہون کہ آپ اور حضرت بابک لاکھ ہاتھ پاؤن ماریے ایک دن ہونا یہی ہے کہ بغداد کا لشکر ہماری ساری قوت کو بیخ و بن سے اُکھاڑ کے پھینک دے گا۔ بڑے بڑے لوگ قومی جھنڈے بلند کر کے

دیکھ چکے کہ عربون سے لڑنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ میرے نزدیک آپ اپنی فکر کرین۔ اور سوچ رکھین کہ جس وقت بذ کو افشین فتح کرے گا آپ بھاگ کے کہان جائین گے؟"

طرخان:" ہرمزیار۔ میرے صفحۂ دل پر جو کچھ لکھا تھا اُسے تم نے پڑھ لیا۔ اسی مصلحت سے میرا ارادہ ہے کہ مراغہ کو اپنے قبضے مین کر لون۔ اور جب تک بابکی اختر عروج پر ہے حضرت بابک کا ساتھ دون مگر جیسے ہی وہان کا رنگ بگڑتا دیکھون اِس علاقے مین آکے اطمینان سے بیٹھ رہون"

ہرمزیار:" یہی میری راے بھی ہے"

فرخ چہر:" مگر یہ اطمینان ہے کہ حضرت بابک کے مغلوب ہو جانے کے بعد آپ یہان آزادی کے بیٹھ سکین گے؟"

طرخان:" مین اِن سب پہلوؤن پر نظر ڈال چکا ہون۔ اگر عربی لشکر نے اِدھر کا رخ کیا تو چند روز مقابلہ کرکے اور اپنی قوت کا پورا ثبوت دینے کے بعد مین اس شرط پر مسلمانون اور خلافت اسلامی کا دوست بن جاؤن گا کہ مین ہی مراغہ کا فرمان روا رکھا جاؤن۔ اِس کو عربون نے مان لیا تو بہتر۔ اور نہ مانا تو بھاگ کے کوہ قاف کے اُدھر ہو رہون گا جہان عربون کا گزر نہین ہے"

فرخ چہر:" اس مین تو زیادہ ناکامی کا اندیشہ ہے۔ ایسا نہ کیجیے کہ ہر طرح آپ ہی کی جیت رہو؟"

طرخان:" ایسی جو صورت تمھارے خیال مین ہو بیان کرو"

فرخ چہر:" ایسا نہ ہو کہ آپ کہین عرب تھا عربون کی سی کہہ گیا"

طرخان:" مین ایسا تنگ خیال ہون اور نہ ایسا بیوقوف کہ اپنے نفع و ضرر کو نہ سمجھون۔ مین تمھین سچا اور عقلمند جانتا ہون۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم اگرچہ عرب ہو مگر میرے خیر خواہ ہو۔ اور یہ نہ ہوتا تو مین تمھین اپنے ساتھ کیون لاتا؟ اب کی مرتبہ جب تم قلعہ شاہی سے آئے ہو تو لوگون کو شبہہ ہوا تھا کہ تم ابن مغیث سے مل گئے۔ مگر مین نے اِس کو ہرگز باور نہ کیا۔ اور

تمھین اپنے ساتھ لے لیا کہ تمھاری آزادی بہادری اور عقلمندی سے فائدہ اُٹھاؤن۔
فرخ چہر:- ابن مغیث کا ہاتھ سے بچنے کا سبب یہ ہوا کہ شراب کا پینا اگرچہ بڑے ثواب کا کام ہے مگر مجھے وہ نقصان کرتی ہے۔ اس وجہ سے مین نے نہ پی۔ اور ہوشیار رہا۔ جب دعوت مین اُس نے سب کو پلا پلا کے مدہوش کیا۔ اور آخری جام حضرت عصمت مرحوم کے ہاتھ مین دیا جس کے پیتے ہی وہ گر کے بے ہوش ہو گئے۔ تو مجھے نظر آیا کہ ہم سب جال مین پھنس گئے فوراً اُس کی آنکھ بچا کے کمرے سے نکلا۔ اور دروازے پہ یہ ظاہر کر کے لیا ابن مغیث کے حکم سے اپنا اور ساتھیون کو بُلانے جاتا ہون محل کے باہر ہو گیا۔ مگر قریب ہی ایک گلی مین کھڑا ہو رہا کہ دیکھون کیا ہوتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر مین کیا دیکھتا ہون کہ لوگ عصمت اور ان کے رفقا کو زنجیرون مین جکڑے بیرحمی سے مارتے ہوے لیے جاتے ہین چپکے سے اُن کے پیچھے ہو لیا۔ اور اُس تہ خانے کے قید خانے کو دیکھا جس مین وہ بند کیے گئے۔ اب مین قلعے کے اندر کی سنسان اور تیرہ و تار گلیون مین پھر رہا تھا۔ اور نہین جانتا تھا کہ کہان جاتا ہون کہ یکایک قسمت نے پھاٹک پر پہونچا دیا۔ اتفاقاً اُس وقت ہزارون سوار اور پیدل قلعے سے باہر نکل رہے تھے اُن کے ساتھ مین بھی باہر نکلا۔ وہان دیکھا کہ قلعے والے ہمارے مقرور رفیقون کا مال و اسباب لوٹ رہے ہین۔ اور سوارون نے ہمارے ساتھیون کا تعاقب کیا۔ اندھیری رات تھی مین ایک گھاٹی مین جا کے چھپ رہا۔ پھر جب اطمینان ہوا تو گرتا پڑتا تبریز مین آیا کہ حضرت بابک کے حکم سے ایک زبردست لشکر لیجا کے ابن المغیث کو اس کی دغابازی کا مزہ چکھاؤن۔ اور یہان جب مجھے اور کسی مین اتنا حوصلہ نظر آیا تو آپ سے عرض کیا۔"
طرخان:- ہان تم نے مجھ سے خواہش کی تھی کہ قلعۂ شاہی پر حملہ کرنے کے لیے چلون۔ مجھے تمھارے کہنے کا پورا یقین آ گیا تھا۔ اور مین چلتا۔ مگر افسوس افشین بلاے ناگہان کی طرح آ پہونچا۔ اور حضرت بابک بہادر نے تبریز مین ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اس پر بھی مجھے تمھاری یہ کارگذاری اس قدر پسند آئی تھی کہ حضرت بابک سے اجازت حاصل کر کے

تم کو اپنی رفاقت مین رکھ لیا۔ خیر اب ان باتون کو چھوڑو۔ اور جو بات کہتے تھے کہو۔"

فرخ چہر۔" مجھے تو یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسی وقت مراغہ پر قبضہ کر لین اور اُس کے بعد ہی خلافت کے دوست بن کے بابک سے الگ ہو جائین اس وفاداری کے صلے مین آپ کو مستقل طور پر یہان کی حکومت مل جائیگی۔"

طرخان۔" لیکن مجھے قطعی یقین نہین ہے کہ حضرت بابک کو ناکامی ہوگی۔ اس صورت مین اگر انھین فتح ہو گئی جس کی ہم سب کو امید ہے تو حضرت بابک میرے استیصال کے درپے ہو جائین گے؟ اس وقت خلیفہ بغداد مجھے بابک کے پنجے سے ہرگز نہ چھڑا سکے گا۔ وہ دور ہے۔ اُس کی فوج مدتون مین یہا پہونچتی ہے۔ اور جب تک اُس کی مدد آئے آئے بابک کے پرجوش سپاہی مجھے فنا کر دین گے۔"

فرخ چہر۔" اس صورت مین یہ بہت آسان ہو گا کہ آپ چند روز کے لیے بھاگ کے بغداد مین چلے جائین۔ اور وہان سے زبردست لشکر لا کے بابک کا زیر کرین۔"

طرخان۔" نہین۔ مجھے اس مین خطرے نظر آتے ہین۔ ہرمزیار تمھاری کیا رائے ہے؟"

ہرمزیار۔" مین حضرت بابک کا ساتھ چھوڑنے کی تو رائے نہ دون گا۔ مگر انجام مین اُن کے کامیاب ہونے کی مجھے امید بالکل نہین ہے۔"

طرخان۔" مگر ایک اور بات بھی ہے جس کی وجہ سے مین بابک سے نہین بگاڑ سکتا۔ اس بات کو آج تک مین نے چھپایا تھا مگر تم پر ظاہر کیے دیتا ہون۔ حضرت بابک کے پاس ایک طرحدار عجمی کنیز ہے ریحانہ۔ اور وہ اُس پر فریفتہ ہین۔ اُس کے راضی کرنے کی روز کوشش کی جاتی ہے۔ مگر وہ کسی طرح نہین مانتی مین نے جس روز اُسے دیکھا اُس کی نگاہ غلط انداز کا ایک ایسا تیر میرے کلیجے پر پڑ گیا کہ آج تک کلیجہ پکڑے پھرتا ہون اور کسی حال پر قرار نہین آتا۔ اگر اُس نے ہمارے آقا بابک کی خواہش کو کسی طرح منظور نہ کیا

تو پھر اُسے مین مانگ لون گا۔"

فرخ چہر: "اور اگر وہ آپ سے بھی راضی نہ ہوئی تو؟"

طرخان: "مین اُسے زبردستی راضی کرون گا۔"

فرخ چہر: "یہ تو ہمارے کیش و آئین کے خلاف ہے۔"

طرخان: "ہوا کرے مین اس معاملے مین بابک کی پیروی نہین کرتا۔ ہم لوگ خرمی ہین۔ اور ہمارا کام ہے کہ جس طرح بنے اپنا دل خوش کرین۔ بابک پاک نہاد کو بغیر راضی کیے کسی مہ جبین کو اپنا بنانے مین مسرت نہین ہوتی تو نہ ہو۔ ہمین ہوتی ہے۔ ہم خواہ مخواہ اپنے دل پہ کیون جبر کرین؟"

ہرمزیار: "اور سچ پوچھیے تو ہم سب کا یہی طریقہ ہے۔ اور حضرت بابک بھی اگرچہ بظاہر اس پر عمل نہین کرتے ہین اور کسی کو صاف لفظون مین اس کی اجازت نہین دیتے مگر عملاً اُنھون نے ہم سب کو اس کی اجازت دے رکھی ہے۔ ہر فتح اور حملے مین جو جوان اور حسین عورتین پکڑی جاتی ہین وہ بلا لحاظ اس کے کہ راضی ہین یا نہین باغی سوارون مین تقسیم کر دی جاتی ہین۔ اور سب اُنھین بلا تامل تصرف مین لاتے ہین۔ اگر جائز نہ ہوتا تو حضرت بابک اس کو منع نہ کرتے؟"

طرخان: "بے شک جائز ہے۔ اور جائز نہ ہو تو پھر ہم خرمی کیسے؟ لیکن فرخ چہر مین چاہتا تھا کہ بظاہر الگ رہنا۔ اگر تم اُس نازنین کو کسی طرح مجھ تک پہونچا دیتے تو تمھارا غلام ہو جاتا۔"

فرخ چہر: "مین خدمت کو حاضر ہون۔ مگر بدبین اور وہ بھی حضرت بابک کی حرم مین میری رسائی کیونکر ہو گی؟ ہزار کچھ ہو پھر بھی مین ایک اسیر شاہ غلام ہون۔ ہرمزیار کو مجھ سے زیادہ کامیابی ہو سکتی ہے۔"

ہرمزیار: "مجھے جانے مین تو تامل نہین۔ لیکن یہ سمجھ لیجیے کہ اگر حضرت بابک نے اُسے نہ چھوڑا تو مین اپنے دوستون کی مدد سے اُسے چُرا لاؤن گا۔ پھر آپ یہ نہ فرمائین کہ خود اپنے مقتدا کے ساتھ دغا بازی کی۔"

طرخان: "ہرگز نہ کہون گا۔ بلکہ تمھاری مدد کرون گا۔ لیکن اس خوبی سے

لانا کہ سارے شہر میں کسی کو خبر نہ ہو"

فرخ چہر "ہاں ہرمزیار اُدھر جا کے یہ کارروائی کریں۔ اور آپ اپنی فوج کے ساتھ چل کے مراغہ پر قبضہ کر لیں۔ وہاں میں نے سُنا ہے افشین کی طرف سے بغا کبیر آیا ہے اور لوگوں کو آپ کے خلاف بنا رہا ہے"

طرخان "تب تو ہمیں فوراً اِس شہر کو اُس کے اثر سے بچانا چاہیے۔ مراغہ ہی کا علاقہ ایسا مقام ہے جس میں سے ہو کے ہم کسی امن و امان کے مقام میں پہونچ سکتے ہیں۔ اگر ہمارے یہ پہاڑ اور بذ کا علاقہ گھر گیا تو حضرت بابک اور ہم سب لوگ اُسی طرف سے بھاگ کے کوہ قاف کے اُس پار نکل جا سکتے ہیں"

فرخ چہر "اور افشین کو اکثر رسد بھی مراغہ سے پہونچتی رہی ہے"

طرخان "بہرحال ہمیں اِس ملک پر قبضہ کر لینا چاہیے مصلحت ہو گی تو بابک کی قوت کے ٹوٹتے ہی میں المعتصم کا وفادار دوست بن کے یہاں کا والی بن جاؤں جب تک یہ لڑائی جاری ہے افشین کے پاس یہاں سے مدد نہ پہونچنے دوں گا۔ اور پھر حضرت بابک اور اُن کے دوستوں کے لیے ضرورت کے وقت اطمینان سے بھاگ جانے کا راستہ بھی کھلا رکھوں گا۔ ہرمزیار۔ تم میری ماہ طلعت رنجیاۃ کو لے آؤ۔ اور کیا اچھا ہو تا کہ جس دن میں فتحیاب ہو کے مراغہ کے خوبصورت اور عالیشان قصر میں داخل ہوتا اُسی دن میری یہ حسین معشوقہ بھی تمھاری کوشش سے وہاں آ جاتی۔ پھر مجھے فتحمندی کے ساتھ اُس ماہ طلعت کا وصال بھی نصیب ہوتا۔ اِن دونوں خوشیوں پر ہم سب ساتھ بیٹھ کے جام عیش پیتے۔ اور سارے موسم سرما میں جشن مناتے رہتے"

ہرمزیار "میں کوشش کروں گا کہ آپ کی دونوں تمنائیں ایک ساتھ پوری ہوں" یہ کہہ کے ہرمزیار چلا گیا۔ اور صحبت بھی ختم ہو گئی"

نواں باب

جیسا کیا ویسا پایا

دوسرے ہی دن سے وحشت زدہ طرخان فرخ چہر سے مراغہ پر قبضہ کرنے

کے بارے مین مشورہ کرنے لگا - آخر دونون نے اتفاق کیا کہ "اُس برف و باران کے زمانے مین علانیہ لڑائی چھیڑنا بے سود ہوگا - بہتر یہ ہو کہ آپ چپکے چپکے یہان کے لوگون کو حملے کے لیے تیار کرین - اور ایک ہزار بہادرون کو چھانٹ لین جو آخر تک بہادری سے ہمارا ساتھ دین - یہ بندوبست جب اطمینان کے قابل ہو جائے تو ایک رات کو ہم سب خاموشی کے ساتھ کوچ کر کے جائین اور ناگہان مَراغہ پر جا پڑین - وہان کے والی اور بقا کو گرفتار کر لین - اور شہر پر قبضہ کر کے سارے ملک کو اپنے موافق بنا لین"

طرخان نے دوسرے ہی دن سے لوگون کو موافق بنانا شروع کیا - روز دن بھر فوجی فنون کی مشق ہوتی - نیزہ بازی و شمشیر زنی کی مہارت بڑھائی جاتی - اچھے اچھے تنومند جوان چھانٹ کے دوست بنائے جاتے - انعام و اکرام سے اُن کے دل ہاتھ مین لیے جاتے - اور اُن سے ربط و ضبط بڑھایا جاتا - مگر رات کو طرخان فرخ چہر اور دو چار آدمی بیٹھ کے مشورے کرتے - اور سوچا جاتا کہ یہان سے کب کس وقت اور کس شان سے چلین گے - وہان پہونچ کے کیونکر حملہ کرین گے - شہر مین داخل ہونے کے بعد وہان کی رعایا کے ساتھ کیا سلوک کرین گے؟ اور کیونکر سارے ملک پر اپنا رعب بٹھا لین گے -

آخر حملے کے لیے دن بھی قرار پا گیا - جو تمام لوگون سے مخفی رکھا گیا - اور روز مقررہ کے آتے ہی ایک ہزار منتخب اور باضابطہ لشکر اور دو ہزار دیہاتی ہنگامہ آرا اُن کو ساتھ لے کے طرخان اور فرخ چہر آدھی رات کو روانہ ہوئے - صبح سے پہلے ہی مَراغہ کے قریب پہونچ گئے - یہ لوگ ایک وادی مین ٹھہرے جہان سے مَراغہ میل ڈیڑھ میل کی مسافت پر تھا - مگر اُن مین سے پانچ سو سپاہی خود طرخان کی سرداری مین اِس طرح شہر کی دیوار دن کے نیچے گئے کہ نہ کسی نے اُن کے قدمون کی چاپ سُنی - اور نہ کسی کو اُن کی آہٹ معلوم ہوئی - یہ سب صبح تک شہر کی دیوار سے لپٹے بیٹھے رہے - اور ایسی خاموشی کے ساتھ کہ کسی کی سانس بھی نہ سُنی جاتی تھی - تڑکے شہر کے اندر مؤذنون نے اذانین دین - اور حسب معمول پھاٹک کھلا - اُسے کھلے چند ہی منٹ ہوئے ہون گے کہ طرخان دس ہمراہی

سواروں کے ساتھ پھاٹک مین داخل ہوا۔ دربان قاعدت کے مطابق قریب آئے
اور پوچھا "تم کون لوگ ہو؟ اور کہان سے آئے ہو؟"
طرخان "مین حضرت بابک خرمی کا سفیر ہون والی مراغہ کے پاس آیا ہون"
دربان "تو ابھی شہر کے باہر ٹھہریے۔ جب حضور عالی کی اجازت ہو تب اندر
جائیے گا" اب طرخان کے ہمراہی پانچ سو سوارون نے پھاٹک کے اندر اور
باہر بھیڑ لگا دی۔ اور طرخان نے دربان سے دعوے اور بے پروائی کے
لہجے مین کہا "ہم شہر پناہ کے باہر پڑے رہنے کے لیے نہین آئے ہین"
دربان "(آگے بڑھ کے اور راستہ روک کے) "تم کوئی ہو بے اجازت اندر
نہین جا سکتے" یہ کہہ کے اُس نے اپنے دس رفیقون کو بلایا جو صبح تک پھاٹک
کی نگہبانی کیا کرتے تھے۔ لیکن قبل اس کے کہ کوئی اور قریب آسکے طرخان نے
دربان کے سینے پر اِس زور سے نیزہ مارا کہ انی پیٹھ سے نکل کے چمکی اور دل کے
چھد جانے کے باعث وہ اُس جگہ گر کے ڈھیر ہو گیا۔ اُس کے ساتھیون نے جو یہ
انجام دیکھا تو اپنی جانین لے کے بھاگے۔ اور طرخان نے زور و شور سے ایک
نعرۂ فتح بلند کر کے اُن کا تعاقب کیا۔ اور ساتھ ہی اُس کے پانچ سو رفیق فتح و نصرت
کے نعرے لگاتے ہوئے شہر مین گھس پڑے۔ اِن کا شور اُن سپاہیون نے سُنا
جو ذرا فاصلے پر ٹھہر گئے تھے۔ فرخ چہر نے سابق کی قرارداد کے مطابق اُنھین
مُنہ اندھیرے ہی تیار کر رکھا تھا۔ اپنے ساتھیون کے نعرہاے جوش سُن کے
وہ سب بھی دوڑ کے شہر مین داخل ہو گئے۔ اور سارے شہر مین قتل عام ہونے
لگا۔

اِن لوگون کے ناگہان آپڑنے سے والی کے حواس جاتے رہے۔ اور
اُس کے تمام ہمراہیون نے ساتھ چھوڑ دیا۔ طرخان جب قتل عام کرتا ہوا اُس
کے محل پر پہونچا تو وہ بھاگ چکا تھا۔ اُس نے جاتے ہی قصر امارت پر قبضہ کر لیا
اور اُس کے بالا خانے پر تلوار کھینچ کے کھڑا ہو گیا۔ جس مین یہ اشارہ تھا کہ جب
تک یہ تلوار کھنچی رہے شہر مین قتل و غارت کا سلسلہ نہ موقوف ہو۔ دو پہر تک
شہر کے اکثر جوان لوگ قتل ہو گئے۔ اور ہزارون عورتین اور لڑکے رسیون

مین بانذم کے محل کے نیچے جمع کیے گئے۔ اور انھین کے قریب میدان مین لوٹ مار کا مال لالا کے ڈھیر کیا جا رہا تھا۔

اب دوپھر ہونے کو آئی تھی اور شہر کی مُھریون مین خون بہ رہا تھا کہ فرخ چہر نے طرخان کے پاس جا کے کہا "اب خون ریزی موقوف کیجیے۔ شہر فتح ہو گیا۔ جتنے لوگ لڑنے کے قابل تھے قتل ہو گئے۔ اور جتنے باقی ہین پناہ اور امان مانگ رہے ہین"۔

طرخان "اگرچہ خونریزی سے میرا دل ابھی سیر نہین ہوا۔ مگر تمھاری خاطر سے مین امان دیتا ہون"۔ یہ کہہ کے تلوار میان مین کر لی۔ اور ساتھ ہی ہر طرف امان امان کا غل ہوا۔ اور لوگ دوڑ دوڑ کے وحشی بابکیون کو قتل و غارت سے روکنے لگے۔

امان دینے کے بعد طرخان غرور و تمکنت سے نیچے اُترا۔ مال غنیمت کو غور سے دیکھا اور جانچا۔ پھر اسیر شدہ عورتون کو گھور گھور کے دیکھا اور فرخ چہر کی طرف دیکھ کے کہا "ان مین بہت اچھی اچھی طرحدار پری جمالین ہین۔ مین نہین جانتا تھا کہ کوہ قاف اور گرجستان کے حسن کا نمونہ مراغہ مین بھی نظر آ سکتا ہے۔ مگر آہ ان مین سے کوئی حسینہ میری مہ جبین ریحانہ کو نہین پہونچ سکتی"۔

فرخ چہر "میری نظر مین تو ان لونڈیون مین ایسی ایسی ماہ طلعت جادو نگاہین موجود ہین کہ ریحانہ کی اُن کے سامنے اصل و حقیقت نہین"۔

طرخان "میرے دوست فرخ چہر تم کو حسن کی قدر نہین۔ ورنہ یہ جانتے ہو کہ حسن کیا چیز ہے۔ بے شک ان کنیزون مین سے بہتون کی رنگت ریحانہ سے زیادہ صاف ہے۔ بہتون کی آنکھین اُس کی شرمیلی آنکھون سے بڑی اور مستانہ ہین۔ بہتون کی زلفون کا خم و پیچ زیادہ دلستان ہے۔ اور بہتون کے نازک ہونٹھ لعل بے بہا سے زیادہ خوش رنگ اور گلاب کی پنکھڑیون سے زیادہ نازک ہین۔ مگر ریحانہ آہ ریحانہ چیز ہی اور ہے۔ دنیا کے اعلیٰ سے اعلیٰ حُسن اپنی خوبیان اور اپنی دلفریبیان لے کے آئین مگر وہ سب پر غالب آ جائے گی۔ اُس کی ادائین ہی اور ہین۔ اور اُس کے حسن مین کچھ ایسی

آن بان ہے کہ آسمان کی حورین بھی مقابلہ نہ کر سکین گی۔ فرخ چہر خوب یاد رکھو۔

دلبر آن نیست کہ موئے و میانئے دارد   بندہ طلعت آن باش کہ آنئے دارد

مین تو اُس کے سوا اور کسی مہ جبین کو دل نہین دے سکتا۔"

فرخ چہر۔" آپ کا یہ عشق خطرناک ہے۔ اور مجھے خوف ہے کہ آپ اس مین ضرر نہ اُٹھائین۔"

طرخان۔ (غرور سے) "مجھے کون ضرر پہونچا سکتا ہے؟"

فرخ چہر۔" اس بات کو نہ بھولیے کہ وہ حضرت بابک کی محبوبہ ہے گو اُن سے نفرت کرتی ہے۔"

طرخان۔" بابک اُس کے اتنے عاشق نہین ہین اور نہ اُس کے لیے اس قدر بیتاب ہین جس قدر کہ مین۔ اور اس سبب سے مجھے امید ہے کہ وہ مجھے پسند کرے گی۔"

فرخ چہر۔" لیکن حضرت بابک آپ کے دشمن ہو جائین گے۔"

طرخان۔" اس معاملے مین اُن کی دشمنی کی بھی مین پروا نہین کرتا۔ مین مراغہ کا فاتح اور حاکم و فرمان روا ہون جس کی وقعت شہر قبہ اور اُس کے گرد و پیش کے پہاڑون سے کم نہین ہو سکتی۔ بابک کو اب بادشاہ مراغہ کا لحاظ کرنا پڑے گا۔ اگر شاہ مراغہ خلافت سے مل گیا تو اُن کی ساری سطوت خاک مین مل جائے گی۔"

یہ مغرورانہ جواب سُن کے فرخ چہر خاموش ہو گیا۔ اور طرخان نے کہا۔" اب چلو مغرور والی مراغہ کے قصر و ایوان کی سیر کرین۔ اور دیکھین کہ اُس نے اپنے حرم مین کیسی کیسی مہ جبینین جمع کر رکھی ہین۔" اور محل کے کمرون مین پھرنے اور اُن مین جو شاہانہ عیش و عشرت کا سامان جمع تھا اُس کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھنے لگا۔ اور دیکھتے دیکھتے بولا۔" ایسے نفیس ریشمی قالین۔ ایسے سونے چاندی کے ظروف۔ ایسا قیمتی سامان آرایش۔ ایسے نرم اور گدگدے پلنگ اور بچھونے۔ ایسے اطلس و کمخواب کے تکیے اور کہین بھی ہو سکتے ہین؟ وہ جشن طرب دنیا بھر مین لاجواب ہو گا جو اس قصر اور اِن کمرون مین رچایا جا سکے۔

مگر آہ جب تک پیاری ریحانہ نہ ہو سب بیکار ہے۔ وعدے کے مطابق ہرمزیار کو آجانا چاہیے تھا مگر اس وقت تک کہیں پتہ نہیں۔ لیکن وہ بات کا دہنی اور بہادر ہے۔ لائے گا ضرور۔ خیر جب تک وہ آئے چلو حرم کے اندر چل کے والیِ مراغہ کی نمایش گاہ حسن کو دیکھیں"

یہ کہہ کے محل کے خواجہ سراؤں کو ساتھ لیا۔ اور فرخ چہر کے ساتھ حرم کے اندر قدم رکھا۔ بےکس اور بے بس عورتیں جو اپنے آقا کے غم میں خون کے آنسو بہا رہی تھیں ڈانٹ ڈانٹ کے اور مار مار کے بشاش اور شگفتہ بنائی گئیں۔ والی کی تین منکوحہ بی بیاں۔ پچاس ساٹھ حرمیں۔ دس بارہ بیٹیاں بھتیجیاں اور قرابت دار خاتونیں اور ان کے ساتھ پانچ چھ سو کنیزیں پیش خدمتیں اور ملازمہ عورتیں تھیں۔ ان سب عورتوں کو طرخان نے بہت ہی غور سے دیکھا اور ان کے حسن و جمال کی تعریف کی۔ پھر ان سے کہا "تم گھبراؤ نہیں۔ تم کو جو نیا شوہر اور آقا ملا ہے وہ تمہارے پہلے شوہر سے زیادہ عیش طلب اور اچھا ہے۔ تم کو وہ بہت اچھی شراب پلائے گا۔ اور پہلے سے اچھا عیش کرائے گا۔ تم ظاہر میں خندہ جبین ہو مگر صورت کہے دیتی ہے کہ تمہارے دل غم میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اپنے دلوں کو ڈھارس دو۔ میری محبوبہ آگئی تو تم سب کو اپنے جشن عیش میں شریک کروں گا۔ اور ایسا مسرت و انبساط کا تماشا دکھاؤں گا کہ تم نے کبھی نہ دیکھا ہو گا" اس کے بعد اس نے مفرور والی کی خوابگاہوں کو دیکھا جو طرخان کی نظر میں جنت کی کوشکوں سے بھی زیادہ آراستہ و پیراستہ تھیں۔ ان کی سیر کرتا جاتا تھا اور فرخ چہر سے کہتا جاتا تھا کہ مراغہ کے حریم ولایت کی حوروشن نازنینیں بری نہیں ہیں۔ اپنی محبوبۂ خاص تو میں پری جمال ریحانہ کو بنا چکا لیکن یہ سب اس قابل ضرور ہیں کہ صحبت عیش اور جشن طرب میں شریک کی جائیں"

اسی اثنا میں ایک ایسی دلکش اور آراستہ و پیراستہ خوابگاہ عیش نظر آئی کہ طرخان کی آنکھیں کھل گئیں۔ کھڑے ہو کے اس کے ساز و سامان کو دیکھنے لگا۔ اس میں اعلیٰ درجے کی مسہریاں تھیں۔ حریر و دیبا کے نرم بچھونے تھے۔ زرتار تکیے تھے۔ اور باریک ریشمی ململ کے پردے لٹک رہے

تھے۔ اِس خواب گاہ کو دیکھتے ہی بے اختیار کہہ اُٹھا "بس اسی خواب گاہ کو مین اپنے لیے پسند کرتا ہون" پھر دوسری خوابگاہون مین جا جاکے وہان کی اچھی چیزین بھی چھانٹ چھانٹ کے اُسے منتخب خواب گاہ مین بھیجنے لگا۔ تاکہ ہر کمرے کا سارا سامان عیش اس مین جمع ہو جائے۔

اسی تگ و دو مین اُس نے ایک کھڑکی سے جھانک کے دیکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ ہرمزیار محل کے دروازے پر خچر سے اُترا اور ایک عورت کو جو سارا جسم برقعون مین چھپائے ہے۔ سہارا دے کے اُس کے خچر سے اُتار رہا ہے۔ یہ دیکھتے ہی مارے خوشی کے اُچھل پڑا۔ فوراً خورشید چہر کو آواز دی۔ اور جیسے ہی وہ آیا کہا "میرا وفادار اور کارگزار بہادر ہرمزیار آگیا۔ اور میری محبوبہ کو بھی لے آیا بس اب اسی گھڑی سے میرا جشن عیش شروع ہو جائیگا۔ مین اُسی خوابگاہ عیش مین چلتا ہون جس کو مین نے پسند کیا ہے۔ تمام لوگون کو گرد و پیش سے ہٹائے دیتا ہون۔ تم اُن کو وہین لے آؤ۔ تاکہ اطمینان اور تنہائی مین مل کے اپنی محبوبہ سے ہم آغوش ہون۔ ہرمزیار کی سرگزشت سُن کے اُسے انعام دون۔ میرے اِس جشن مین اول سے آخر تک ہرمزیار اور تم بھی شریک رہوگے۔ مفرور والی مراغہ کے محل والیان بھی سب شریک کی جائینگی۔ اور تم دونون کو اختیار ہے کہ اُن مین سے جن جن کو پسند کر و لے لو۔ تاکہ میرے ساتھ تم بھی پورا عیش کرو۔"

یہ حکم دے کے طرخان اُس خواب گاہ مین گیا۔ اور فرخ چہر ایک ناگوار فکر مین پڑ گیا۔ اس فکر مین خاموش کھڑا تھا کہ ہرمزیار نے آکے نہایت گرمجوشی سے صاحب سلامت کی اور ہنس کے پوچھا "مجھے دیر تو نہین ہوئی؟ ٹھیک وقت پر آگیا؟"

فرخ چہر: "بالکل ٹھیک وعدے پر آگئے مگر جس کے لینے کو گئے تھے اُسے بھی لے آئے؟"

ہرمزیار: "اور بے اُن کے آ بھی سکتا تھا؟ دیکھتے نہین کہ میرے ساتھ موجود ہین۔ حضور طرخان کہان ہین؟"

فرخ چہر: "چلو مین تمھین اُن کے پاس پہونچا دون۔ تمھارے انتظار ہی مین ہین۔"

یہ کہہ کے وہ ہرمزیار اور اُس کے ساتھ والی برقع پوش کے ساتھ روانہ ہوا۔

اِس وقت فرخ چہر نے ایک اور مسلح سپاہی کو جو ذرا فاصلے پر کھڑا تھا پاس بلایا۔ اور اُسے بھی ساتھ لے کے پُرتکلف خوابگاہ کے دروازے پر پہونچا۔ اجنبی سپاہی دروازے پر ٹھہر گیا۔ اور فرخ چہر اور ہرمزیار عورت کو لے کے اندر گئے۔ طرخان نے جیسے ہی ہرمزیار کو کمرے کے اندر دیکھا بے اختیار دوڑ کے اُسے سینے سے لگا لیا۔ اور کہا "شاباش۔ بہادر اور بات کے دھنی ایسے ہوتے ہیں۔ اِس حور وش نازنین کے لانے میں تمھیں بڑی دشواریاں پیش آئی ہوں گی"

ہرمزیار "دشواریاں! خود مجھے اپنی کامیابی پر تعجب ہے۔ حضرت بابک نے کسی طرح منظور نہ کیا۔ مین نے ہاتھ جوڑے۔ قدموں پہ گرا مگر اُنھوں نے سماعت نہ کی۔ یہاں تک کہ مجبور ہو کے مین نے دوسری تدبیر اختیار کی۔ اور اِس نازنین کو چھپا کے حضرت بابک کے محل سے نکال لایا"

طرخان "بڑا کام کیا۔ اور مجھے زندگی بھر کے لیے اپنا غلام بنا لیا۔ اس خوشی مین اِس وقت سے مین ایک ایسا جشن کرنے والا ہوں جس کے آگے جشن جمشیدی بھی بے مزہ ہو جائے۔ تمھارے اور فرخ چہر کے لیے بھی یہاں کے بُزدل حاکم کے محل مین ایک سے ایک بڑھ کے پری جمال نازنینین موجود ہین جن مین سے تم اپنے لیے ایک بانکی ترچھی دلدار معشوقہ چھانٹ لو۔ مگر اب مجھ مین زیادہ صبر کی طاقت نہین۔ میری اِس حور وش معشوقہ کا رخ زیبا دکھاؤ۔ اور نقاب اُلٹ کے اِس آفتاب حسن کے نورانی چہرے سے میرے جشن طرب کا افتتاح کرو"

ہرمزیار "بہت خوب" یہ کہہ کے اُس نے زیبانہ کے چہرے پر سے نقاب اُلٹی۔ جسے دیکھتے ہی طرخان نے پہچان کے کہا "آہ یہی ہے میری دلدار نازآفرین! یہی ہے میری معشوقہ مہ جبین!" چاہتا تھا کہ اِن الفاظ کے ساتھ بڑھ کے زیبانہ کو گلے سے لگا لے کہ ناگہان ایک بجلی سی کوندگئی اور طرخان کے جو ہاتھ زیبانہ کی ہم آغوشی کے لیے بڑھے تھے اُن مین ہرمزیار کا سر دھڑ سے الگ ہو کے گرا۔ گھبرا کے اُس مضطرب سر کو دونوں ہاتھوں سے سنبھالے ہوئے پیچھے ہٹا۔ اور "یہ کیا!" کہہ کے زیبانہ کی طرف سے نظر ہٹائی تو دیکھا کہ ہرمزیار کا دھڑ آراستہ و پیراستہ خوابگاہ عیش کے ریشمی قالینوں پر تڑپتا اور اپنے خون سے نئی رنگ آمیزی کر رہا ہے۔

مبہوت ہو کے فرخ چہر کی طرف نظر لے گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اُس کی خون آلود تلوار کھنچی ہوئی ہے جو مہر مزیار کی گردن کے بعد اب ریحانہ پر پڑا چاہتی ہے۔ یہ منظر دیکھتے ہی زور سے چلایا "آہ ظالم! اسے بھی مار ڈالنے لگا؟" اور ساتھ ہی تلوار کھینچ کے فرخ چہر کی تلوار جو ریحانہ پر پڑا چاہتی تھی اپنی تلوار پر لی اور کہا "اس نازنین سے پہلے مجھ سے مقابلہ کر" اب فرخ چہر اور طرخان میں تلوار چل رہی تھی۔ طرخان اپنے حریف کے تابڑ توڑ واروں سے گھبرا کے پیچھے ہٹتا جاتا تھا۔ اور فرخ ایک قہر آلود چیتے کی طرح اُس پہ بڑھا آتا تھا اتنے میں وہ شخص جو کمرے کے دروازے پر ٹھہر گیا تھا تلوار کھینچ کے یہ کہتا ہوا اندر گھسا کہ "اس کو قتل کرنا میرا کام ہے۔ فرخ چہر بے انصافی نہ کرو۔ اور میری آبادی اور کے لقمے کو اُس سے نہ چھینو" یہ کہتے ہی اُس نے جھپٹ کے طرخان کے دو ایک ایسے ہاتھ مارے کہ وہ چوٹ کھا کے ہٹا تو ایک مسہری سے ٹکرا کے نیچے گرا۔ ساتھ ہی وہ شخص اُسے شیر کی طرح چھاپ بیٹھا۔ اور اُس کے سینے پر کئی خنجر مارے مگر زرہ پہنے ہونے کی وجہ سے کارگر نہ ہوئے۔ یہ حالت دیکھی تو فرخ چہر نے بڑھ کے طرخان کے ہاتھ پکڑ لیے۔ اور اُس نئے حملہ آور نے زرہ کی زنجیریں کھول کے اُس کا گلا اور سینہ باہر نکال لیا۔ اور سینے میں خنجر بھونک کے پہلے اُسے قتل کیا پھر سر کاٹا۔ اور دھڑ کو تڑپتا چھوڑ کے دونوں اُٹھ کھڑے ہو گئے۔

اب فرخ چہر پلٹا کہ ریحانہ کا کام تمام کرے مگر حیرت سے کیا دیکھتا ہے کہ ریحانہ کا کہیں پتہ نہیں۔ اور خوابگاہ کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند ہے۔ لپک کے دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر زور نہ چلا۔ اس لیے کہ باہر سے کنڈی چڑھا دی گئی تھی۔ حیرت کے ساتھ پلٹ کے اپنے ساتھی سے کہا "ماہویہ یہ عورت کہاں غائب ہو گئی؟ اور باہر سے دروازہ کس نے بند کر لیا؟"

ماہویہ: "شاید اُسی عورت نے بھاگ کے باہر سے کنڈی چڑھا دی ہو"

فرخ چہر: "اُس کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ مگر اب ہم نکلیں گے کیونکر حالانکہ اِس وقت ہمیں بھاگنے کی ضرورت ہے۔ مگر دیکھو اِس کمرے میں باہر کی طرف دو کھڑکیاں کھلی ہیں۔ اُن میں سے نکل چلو تو ہم

جائین"

یہ کہہ کے دونون نے اُدھر جھانک کے دیکھا۔ یہ کھڑکیان اِس قصر کی پشت کی طرف ایک گلی مین تھین جس مین سناٹا پڑا تھا۔ اس لیے کہ ساری فوج اب شہر کے مختلف حصون مین منتشر ہو گئی تھی۔ اور طرخان کے مخصوص ہمراہی سامنے کی ڈیوڑھی اور اُس کے آگے والے صحن مین تھے جہان مال غنیمت کا ڈھیر لگا تھا۔ ماہو یہ نے غور سے دیکھا تو نظر آیا کہ یہ کھڑکی گلی کی زمین سے کوئی دو گز بلندی پر ہے جس سے کود کے نکل جانا دشوار نہ تھا۔ فرخ چہر نے سر نکال کے اور خوب جُھک جُھک کے دیکھا کہیں آدم زاد کا کہین نام و نشان نہ تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ بابکیون کے قتل عام نے ہزارہا خلقت کو مار ڈالا۔ ہزارون آدمی گھر چھوڑ چھوڑ کے بھاگ گئے۔ اور جو دو چار باقی تھے وہ اپنے گھرون مین دروازے بند کیے چھپے بیٹھے تھے۔ اور ایسے خاموش تھے کہ کسی کو اُن کی آہٹ بھی نہ معلوم ہو سکتی۔ غرض شہر کے تمام گلی کوچون مین انتہا درجے کا سناٹا تھا۔

یہ اطمینان کر کے ایک کھڑکی سے نکل کے دونون گلی مین اُترے۔ اور فرخ چہر نے داہنی طرف جانے کا قصد کیا تو ماہو یہ نے کہا "اُدھر کہان؟"

فرخ "کہین نہین۔ جدھر لے چلو چلون گا"

ماہو یہ "(بائین طرف اشارہ کر کے) "ادھر چلیے"

فرخ چہر "مین تو یہان کے راستون سے واقف نہین تم جدھر لے چلو گے چلون گا۔ مگر تم کہان لیے چلتے ہو؟"

ماہو یہ "مین اِس وقت تمھین شہر کی سیر کراتا۔ اِس لیے کہ اب ہمین کوئی پہچان نہ سکے گا۔ فقط اُس عورت ریحانہ نے دیکھا ہے لیکن وہ نہ تم کو پہچانتی ہے نہ مجھکو۔ کسی کا بھی نام نہین لے سکتی۔ مگر خرابی یہ ہے کہ ہمارے کپڑے خون آلود ہین۔ اور میرے پاس ظالم طرخان کا سر ہے"

فرخ چہر "بے شک۔ کپڑون کے خون آلود ہونے تک مضائقہ نہین۔ اِس لیے کہ یہ رنگ تو آج سب ہی نے کھیلا ہے۔ کون ہے جس کے

کپڑون مین خون نہین بھرا ہے۔ مگر ہان اِس سر کو کسی جگہ چھپا دینا ضروری ہے"

ماہویہ " اسی لیے مین اپنے آقا اسحٰق بن ابراہیم کے گھر مین لیے چلتا ہون"

فرخ چہر " اُن سے تو کوئی اندیشہ نہین ہے؟"

ماہویہ " اندیشہ! وہ یہ سر دیکھ کے خوش ہون گے۔ مین نے آپ کو اتنا ہی بتایا تھا کہ سردار فوج افشین نے مجھے حکم دیا ہے کہ خرّم خان کو قتل کر دون۔ اور اُس کا سر کاٹ کے اُن کی خدمت مین پیش کر دون۔ مگر یہ حکم مجھے اپنے آقا اسحٰق ہی کی زبانی ملا۔ وہ اُن کے دوست اور خلافت کے خیر خواہ ہین"

فرخ چہر " تو بس وہین چل کے ہم اطمینان سے بیٹھین۔ اِس وقت بڑی خوبی سے اِس کام مین کامیابی ہو گئی"

ماہویہ " اِس کے لیے مجھے اُس کے گاؤن مین جانا پڑتا۔ مگر میری خوش نصیبی ہے قضا اُسے یہین مراغہ مین کھینچ لائی"

فرخ چہر۔ (راستہ چلتے چلتے) "ماہویہ۔ تم تو کامیاب ہو گئے۔ مگر افسوس میری ایک حسرت باقی رہ گئی"

ماہویہ " وہ کیا؟ اگر میرے کرنے کا کام ہو تو مجھ سے کہو"

فرخ چہر " جس طرح مین نے ہرمزیار کو مارا ہے اُسی طرح چاہتا تھا کہ بیحیا و بے شرم ریحانہ کو بھی مار ڈالتا۔ مگر افسوس وہ بچ کے نکل گئی"

ماہویہ " اُس غریب کی جان لینے سے فائدہ؟"

فرخ چہر " تمھین یہ گوارا ہے کہ بنی عباس کی ایک عالی نسب لڑکی خرّم خان کے ایسے بے دین کافر اور عجمی شہزادہ دھقانی کی محبوبہ بنے؟ اور بے شرمی سے اُس کے سامنے چلی آئے؟"

ماہویہ " مگر کیا کرتی؟ مجبور تھی"

فرخ چہر " ہرگز نہین۔ یہ بھلا مجبوری کا آنا تھا کہ ہرمزیار کے ساتھ

طرخان کو آبرو دینے کے لیے بابک کے محل سے بھاگ آئی؟ اور یہاں اُس کے ساتھ اِس طرح بے شرمی سے آ کے کھڑی ہو گئی جس طرح کوئی بازاری عورت کسی دیوس فاسق کے ساتھ آتی ہے؟"

ماہویہ "مگر تمھیں کیا خبر کہ وہ کس خیال سے یہاں آئی۔ اور ہر مزد اُسے کیا کہہ کے لایا؟"

فرخ چہر "میں ایسی باتوں کو نہیں مانتا۔ اگر دھوکا دے کے لائی گئی تھی تو کم سے کم یہ تو ہوتا کہ طرخان کی صورت دیکھ کے بھاگتی۔ نہیں یقیناً وہ جان بوجھ کے بدکاری کے لیے آئی تھی۔ افسوس غائب ہو گئی اور کچھ نہیں خبر کہ کہاں ہے"

ماہویہ "خیر اب تو گھر آ گیا۔ اندر چل کے کپڑے بدلو یہاں میرے آدمی آ جائیں گے۔ ہاتھ منہ دھو کے کچھ کھا پی لو۔ اور اِس کا بھی پتہ لگائیں گے کہ طرخان کے مارے جانے کی خبر مشہور ہونے کے بعد کیا ہوا"

اب مکان کا دروازہ سامنے تھا جسے ماہویہ نے کھلوایا۔ اور دونوں نے اندر داخل ہو کے پھر دروازہ بند کر لیا۔ اس لیے کہ آج کوئی شخص فراغت میں دروازہ کھول کے گھر میں نہ بیٹھ سکتا تھا۔ اب گھر میں اطمینان سے بیٹھ کے دونوں نے اپنی تلواریں دھوئیں۔ کپڑوں کو خوب دھو دھو کے خون کے دھبے چھڑائے۔ پھر دسترخوان بچھا کے کچھ کھایا پیا۔ اور جب حواس درست ہو لیے تو فرخ چہر نے کہا "یہاں کا والی بقول جہنم رسید طرخان کے بڑا بزدل ہے۔ اس طرح بھاگا کہ ادھر پھر کے بھی نہ دیکھا۔ ایسا خدا جانے شہر کا کیا حال ہو۔ پہلا حاکم غائب ہے۔ طرخان کو ہم نے مار ڈالا۔ شہر میں کوئی حکمران نہیں۔ پھر لوگوں میں خونریزی ہونے لگی ہو گی"

ماہویہ "جی نہیں۔ بناکیر شہر میں بیٹھے حکومت کر رہے ہوں گے۔ اور انھوں نے والی کو بھی ڈھونڈھ کے بلوا لیا ہو گا؟" فرخ چہر نے حیرت سے پوچھا "بنا یہاں کہاں؟"

ماہویہ "بنا کو اسی کام کے لیے افشین نے یہاں بھیجا ہے۔ وہ میرے آقا ہی کے گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ مجھے جب میرے مالک نے طرخان کے قتل کو روانہ کیا

تو وہ بھی بھیس بدل کے قصر کے پاس پہونچ گئے کہ موقع پاتے ہی شہر اور دارالامارۃ
پر قبضہ کر لین۔ طرخان کے مارے جانے کی خبر مشہور ہوتے ہی وہ اپنے سپاہیون
کو جمع کر کے جو ادھر اُدھر پھیلا دیے گئے تھے قصر امارت پر قابض ہو گئے ہون گے۔"
فرخ چہر۔ "خیر تو اب چلو شہر کی سیر کرین اور دیکھین کیا ہوا؟"
ماہویہ۔ "چلو" اس گفتگو کے بعد دونون گھر سے نکل کے قصر امارت کی طرف روانہ
ہوئے۔ راستے ہی مین معلوم ہو گیا کہ قصر امارت پر بغا کبیر کا قبضہ ہے۔ اور والی
کی تجویز ہو رہی ہے جس کا پتہ نہین۔ یہ سنتے ہی ماہویہ گھر مین واپس جا کے طرخان
کا سر لے آیا۔ اور اُسے لے کے قصر کے اندر داخل ہونے کو تھا کہ فرخ چہر نے کہا
"تو اب تم جا کے بغا سے ملو۔ اور مین جب تک ریحانہ کا پتہ لگاؤن۔" یون فرخ چہر
تو دوسری طرف گیا۔ اور ماہویہ نے طرخان کا سر لے جا کے بغا کے سامنے ڈال دیا۔
بغا سر کو پہچان کے بہت خوش ہوا۔ اور اُس سے کہا "ماہویہ۔ تم نے بڑا کام کیا۔
تمھاری کوشش سے مین سرخرو ہوا۔ مگر اس کا صلہ تمھین کو ملنا چاہیے۔
اس لیے مین تو یہان کا انتظام کرتا ہون۔ اور تم میرے خط کے ساتھ اس سر کو
ہمارے سپہ سالار افشین کے پاس پہونچا دو۔ یہان کے حاکم اب تمھارے
آقا اسحٰق بن ابراہیم ہون گے۔ اور مین اُنھین سمجھا دون گا کہ یہان کا
سب سے بڑا عہدہ تم کو دین۔ مراغہ کا نالائق والی اب ایک گھڑی کے لیے بھی
اپنی خدمت پر نہین رہ سکتا۔"

اس حکم کے مطابق ماہویہ گھر جا کے اپنے آقا سے رخصت ہوا۔
اور اُسی دن شام کو افشین کی لشکرگاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور مراغہ
کی حکومت اسحٰق کے ہاتھ مین تھی۔

دسوان باب

پرانے دن کے اپنے آتے ہین

شہر مراغہ کے جنوب مین دس بارہ میل جا کے وہ شاہراہ عام ملتی ہے

جس مین سے ہو کے مشرقی فارس کے قافلے ممالک مغرب کو جاتے ہین۔ بابکیون کے زور نے اِن دونون یہ راستہ بند کر رکھا ہے اور تاجرانہ قافلون کی آمد و رفت بالکل موقوف ہو گئی ہے۔ مگر اب بھی کبھی کبھی اِکّا دُکّا چھوٹے چھوٹے قافلے نظر آجاتے ہین جو دُنیوی کاروبار کے لیے نہین بلکہ دینی تجارت کے شوق مین زندگی سے ہاتھ دھو کے اور گویا کفن باندھ کے روانہ ہوتے ہین۔ اس لیے کہ دیندار مسلمانون کو کوئی مزاحمت سفرِ حج سے نہین روک سکتی۔

اسی سڑک پر دو برقع پوش عورتین آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتی ہوئی پاپیادہ جا رہی ہین۔ کوہستانی ملک ہے جس مین گزرنا آسان نہین۔ کبھی تنگ گھاٹیون مین گھستی ہین۔ کبھی بلند پہاڑون پر چڑھتی ہین۔ گر چلی جاتی ہین۔ یہ ممکن نہین کہ قدم رکے۔ صدہا طرح کے خطرے ہین۔ درندون کی آوازین چارون طرف سے سُنائی دیتی ہین۔ سانپ اور اژدہے اکثر داہنے بائین رینگتے نظر آجاتے ہین۔ چورون اور ڈاکوؤن کا دھڑکا لگا ہوا ہے۔ بابکیون کی بے رحمیان قدم قدم پر یاد آتی ہین۔ جن کے خیال سے اِن عورتون کے بدن مین لرزہ پڑ جاتا ہے۔ مگر قدم نہین رُکتا۔ آخر چلتے چلتے ایک نے اپنی ساتھ والی سے کہا۔ "آخر کوئی بستی بھی ملے گی یا یہ پہاڑ اور جنگل ہی رہین گے؟"

دوسری "بیٹی! بستی ملے بھی تو ہمین اُس سے بچنا چاہیے۔ انسان سے زیادہ ظالم و بے رحم کوئی نہین۔ شیر۔ بھیڑیا۔ ریچھ۔ چیتا۔ کوئی اتنا خوفناک نہین ہے جتنا آدمی ہوتا ہے۔ میری تو یہی دعا ہے کہ خدا ہمین انسان کے شر سے بچائے۔"

پہلی "مگر اماں تم مجھے لیے کہان جاتی ہو؟"

دوسری "بیٹی ریحانہ۔ کیا بتاؤن کہ کہان لیے چلتی ہون؟ نہ خود راستہ جانتی ہون۔ نہ کسی سے پوچھ سکتی ہون۔ مراغہ مین اتنا سُنا تھا کہ ادھر دس بارہ میل پر وہ بڑی سڑک ہے جس پر سے ہمیشہ قافلے گذرتے رہتے ہین۔ اسی خیال سے یہان چلی آئی۔ اس سڑک پر تو پہونچ گئی مگر کسی قافلے کا کہین نام و نشان نہین۔

ریحانہ " مگر تم تو آدمیون سے بھاگتی ہو"

عالیہ - (ناظرین خود ہی سمجھ گئے ہون گے کہ یہ ریحانہ کی ماں عالیہ ہے) "بے شک ڈرتی ہون - مگر افسوس بے آدمی کے کام بھی نہین چلتا - مین اس فکر مین ہون کہ سوداگرون یا حاجیون کا کوئی قافلہ ملے تو اُس کے ساتھ ہو لون - اُن مین شاید رحم دل لوگ ہون اور ہماری بیکسی پر ترس کھائین "

ریحانہ - لیکن اماں جان اب تو مجھ مین چلنے کی طاقت نہین ہے "

عالیہ " تم تو ابھی بچی ہو - کبھی ایسی مصیبت کا ہے کو پڑی تھی - اے اِس گھڑی تو میرے پاؤن بھی رہ گئے - اور اب چلنا بیکار بھی ہے - اس لیے کہ اِس سڑک پر ہم پہونچ گئے - کسی جگہ ٹھہر کے کسی قافلے کے آنے کا انتظار کرنا چاہیے "

ریحانہ " تو یہاں ٹھہرو گی کہاں ؟ مجھے تو یہ پہاڑ پھاڑے کھاتے ہین - رات کو بھی انھین مین رہنا ہوا تو کیا کرون گی ؟ "

عالیہ " ریحانہ گھبراؤ نہین - جو خدا سر پر مصیبت ڈالتا ہے وہی اُسے نباہتا بھی ہے - میرا ارادہ ہے کہ اِس سڑک کے کنارے اِنھین پہاڑون کے کسی کھوہ مین چل کے اور جگہ صاف کر کے ہم ٹھہر جائین - اور یہ دیکھ لین کہ اُس کے پاس کوئی غار بھی ہے - اگر کوئی ڈاکو یا بلا دکھائی دے گا تو غار کے اندر چلے چلین گے ــــ "

ریحانہ " (سہم کے) "غار کے اندر ! اور جو اُس مین کوئی شیر بیٹھا ہو ؟ "

عالیہ " (لاپروائی سے) " ہو - ظالم انسانون اور بیکسون سے وہ زیادہ برا نہ ہو گا - جس وقت کوئی قافلہ آئے گا ہم اُس کے ساتھ ہو لین گے - (ایک طرف پہاڑون مین دیکھ کے) دیکھو - وہ جگہ اچھی اور امن کی معلوم ہوتی ہے - وہان سے بیٹھ کے ہم سڑک کو ہر وقت دیکھتے رہین گے اور کوئی خوف کی چیز دکھائی دے گی تو وہین چھپ جائین گے "

ریحانہ نے کوئی عذر نہین کیا - اور دونون نے وہان جا کے دیکھا تو بہت ہی محفوظ جگہ تھی - ایک تاریک غار اُس کے قریب تھا - اور بڑی بڑی چٹانین کچھ ایسی ترتیب سے پڑی ہوئی تھین کہ اُن مین دبک کے اور ایک آدھ پتھر کو ہٹا کے انسان درندون کے حملے سے بھی بچ سکتا تھا - تھوڑے

فاصلے پر ایک چشمہ تھا جس کا شفاف پانی ہر وقت ایک آبشار کی طرح پہاڑ کے اوپر سے گرتا رہتا تھا۔ عالیہ نے درختوں کی ٹہنیوں سے جھاڑ دی اور بیٹھنے کے لیے جگہ صاف کی۔ پھر اپنا بُرقع اُتار کے بچھایا۔ اور دونوں بیٹھ گئیں۔ ریحانہ اس قدر تھکی ہوئی تھی کہ موقع پاتے ہی پاؤں پھیلا کے لیٹ گئی۔ مگر عالیہ نے کہا "ابھی لیٹو نہیں۔ کچھ کھا لو تو تب لیٹنا۔ یہ کہہ کے اُس نے ستّو پنیر۔ اور سوکھی روٹیاں اپنی کمر سے کھول کے سامنے رکھ دیں۔ ریحانہ جو نہایت ہی بھوکی تھی اُٹھ کے کھانے لگی۔ اور دو لقمے کھا کے بولی "ایک آج کھانا ٹل گیا۔ کل کہاں سے لاؤ گی؟"

عالیہ "خدا دینے والا ہے۔ اُس نے پیدا کیا ہے تو ہمیں بھوکا نہ رکھے گا" صبر و شکر سے دونوں ماں بیٹیوں نے سیر ہو کے کھایا۔ اور چشمے سے جا کے پانی پی آئیں۔ اب اطمینان سے بیٹھ کے ریحانہ نے کہا "اماں جان آپ مجھے بچا تو لائیں ورنہ میں کب کی ماری گئی ہوتی۔ مگر یہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ مراغہ میں کیسے پہونچ گئیں؟"

عالیہ "اگر انسان کو کسی بات کی سچے دل سے خواہش ہو تو خدا وہ کام کرا ہی دیتا ہے۔ تمھیں نہیں معلوم کہ میں اس وقت تک کہاں کہاں کی خاک چھان چکی ہوں۔ پہلے یہ تو پوچھا ہوتا کہ میں لونڈی سے آزاد کیسے ہو گئی؟"

ریحانہ "ہاں اماں یہ بھی بتاؤ"

عالیہ "میں اتنا روئی کہ میرے مالک نے مجھے ایک شہر میں لے جا کے اور نہ کسی لونڈی بتا کے بیچ ڈالا جس سوداگر نے مول لیا تھا وہ ہزاروں لونڈی غلاموں کے ساتھ بغداد لے گیا۔ اور امیرالمومنین کے سامنے پیش کیا۔ میں نے اُس وقت صف سے نکل کے امیرالمومنین کو اپنی سرگزشت سُنائی۔ انھوں نے جیسے ہی یہ سُنا کہ تو نے گرفتار ہوتے وقت اُن کا نام لیا تھا یک بیک بیتاب ہو کے کہا لبیک!! اور فقط تیری آزادی کے لیے افشین کو روانہ کیا کہ بابک کو گرفتار کریں اور تجھے بابکیوں کے پنجے سے چھڑا کے اُن کے پاس پہونچائیں۔ مجھے وہ اپنے وہاں روکتے رہے۔ مگر میں نے نہ مانا اور افشین

فوج کشی کر کے بابکیون کے سارے ملک کو تباہ کر سکتا ہے مگر یہ کام میرے سوا کوئی نہ کر سکتا تھا۔"

ریحانہ۔ "اماں تم نے بڑا کام کیا۔ بغداد ہو آئین۔ امیرالمومنین سے مل آئین۔ اور مجھے بھی ڈھونڈھ لیا۔"

عالیہ۔ "مگر آہ علی کا پتہ نہ لگا۔ خدا جانے زندہ ہے یا مرگیا۔"

ریحانہ۔ "(آبدیدہ ہو کے) "خدا سے دعا کرو۔ جیتے ہین تو مل ہی جائین گے۔ مگر تم نے یہ نہ بتایا کہ تم مراغہ مین کیسے پہونچ گئین؟"

عالیہ۔ "مین طلب و جید۔۔۔ آتے ہی مین نے افشین سے رخصت ہو کے بھیس بدلا۔ اور پھر شہر بذ مین گئی۔ افشین کی بیوی شیرین اور اُس کی لونڈی کیوان دخت سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ بابک کی خاص ساقیہ ماہ آفرید کا ایک بھائی خورنداد قلعۂ شاہی مین محمد بن مغیث کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ اور اُس کا سر بغداد مین امیرالمومنین کے پاس بھیجا گیا۔ مین ماہ آفرید سے جا کے ملی۔ اور اُس پر ظاہر کیا کہ مین ابن المغیث کی لونڈی ہوں۔ اور جس رات بابکی لوگوں کو قلعۂ شاہی مین نہایت دغا بازی سے شراب پلائی جا رہی تھی مین بھی شراب پلانے والون مین تھی۔ اتفاق سے مین تمھارے بھائی خورنداد کے پاس جام بھر بھر کے لے جاتی تھی۔ اُس نے مجھ سے محبت و الفت کی باتین کین اور مجھے اُس سے اُنس ہو گیا۔ اُس کے بعد جب سب لوگ باندھے جانے لگے تو اُس نے میری طرف دیکھ کے کمال بے کسی و یاس کے لہجے مین کہا "اگر تمھین مجھ پر ذرا بھی ترس آیا ہو تو اتنا کرنا کہ مجھ پر جو کچھ گزرے اُس کا حال خود جا کے میری بہن ماہ آفرید سے بیان کرنا اور کہنا کہ حضرت بابک کو آمادہ کر کے میرے خون کا بدلہ ابن المغیث سے ضرور لین۔ اُس نے بڑی دغا بازی کی اور یہ اگر زندہ رہا تو اُن کے ساتھ بھی دغا کرے گا۔ ان باتون کو مین نے ایسے لہجے مین اور ایسے درد کے لفظون مین بیان کیا کہ ماہ آفرید کا دل بھر آیا۔ رونے لگی۔ اور کہا انتقام تو مل جائے گا مگر آہ بھائی خورنداد نہین مل سکتے۔ اُس نے مجھے اپنے وہان ٹھیرایا۔ اور مین نے دو ہی تین دن مین اُسے اپنا دوست بنا لیا۔ اُس سے مجھے معلوم ہوا کہ تم بابک کے محل مین

ہو۔ اور مصیبت مین مبتلا ہو۔ ماہ آفرید بھائی کے انتقام کے جوش مین ایک دن
لگی کہ مقتول مسلمانون کے کلیجے نکال کے چبا لے۔ مگر اس سے مسلمانون کو فائدہ
پہونچ گیا۔ اور اس کے بعد وہ افشین کے ہاتھ مین قید ہو گئی۔ اور افشین
نے اس کے ساتھ ایسا اچھا سلوک کیا کہ مسلمانون کی شکرگزار ہو کے بذ مین واپس
آئی اور مجھ سے اس کی تعریف کی۔ اب مین اس کے ساتھ بذ مین رہتی تھی اور
تیسرے روز روز کے حالات دریافت کیا کرتی تھی۔ اتنے مین معلوم ہوا کہ
ہرمزیار طرخان کی طرف سے آیا۔ اور طرخان کو تیرا عاشق بتا کے تجھے بابک
سے مانگا۔ بابک بظاہر دینے پر راضی تھا۔ مگر میرے کہنے سے ماہ آفرید نے اختلاف
کیا۔ اور بابک کو اس قدر ابھارا کہ اس نے کسی طرح نہ منظور کیا۔ اس کے
تین دن بعد مین نے سنا کہ تو بابک کے محل سے غائب ہے۔ اور ہرمزیار
کا بھی پتہ نہین۔ ماہ آفرید نے کہا کہ تجھے ہرمزیار فریب دے کے اور جھوٹی
باتون سے بہکا کے لے گیا ہے۔ مین نے کہا اگر تم ہرمزیار کا پتہ بتاؤ تو مین
جا کے اس لڑکی کو واپس لے آؤن۔ اس نے بتایا کہ وہ تجھے شہر مراغہ مین
طرخان کے پاس لے گیا ہو گا۔ یہ سنتے ہی مین ماہ آفرید سے رخصت ہو کے اور
تمہارے جلد واپس لانے کا وعدہ کر کے مراغہ کو روانہ ہوئی۔ ایک بہت اچھا
خچر ماہ آفرید کی مدد سے مل گیا۔ جس نے مجھے مراغہ سے ایک منزل ادھر ہی
ہرمزیار تک پہونچا دیا۔ مین نے دیکھا کہ ایک خچر پر تم ہو اور دوسرے پر وہ
ہے۔ اور اس کے کئی ساتھی تمہین اپنے حلقے مین لیے ہوئے ہین۔ مین اس
سے الگ الگ اور اس کے پیچھے مین مراغہ مین پہونچی۔ اور اس سے دو
گھنٹے پہلے جبکہ شہر لٹ رہا تھا اور قتل عام ہو رہا تھا مین بھی وہان کے قتل کی غدر
مین مل گئی۔ یہان تک کہ طرخان محل کے اندر آیا۔ اور کئی بار اس نے
مجھ پر عشق ظاہر کیا۔ اب مین اس کے ساتھ باہر کے حصۂ قصر مین آئی۔ اور دیکھا
کہ وہ اپنے لیے خوابگاہ کو درست کرا رہا ہے۔ اتنے مین تو بھی ہرمزیار
کے ساتھ پہونچ گئی۔ اور وہ تجھے لے کے خوابگاہ کے اندر داخل ہوا۔ اب
مین فکر مین تھی کہ کیونکر تجھے اس ظالم کے پنجے سے چھڑاؤن کہ طرخان

کے ایک رفیق نے ہرمزیار کا سر اُڑا دیا۔ اور اُس سے طرخان سے تلوار چلنے لگی۔ اُس وقت ایک اور شخص جو تلوار کھینچ کے باہر کھڑا تھا چلاتا ہوا اندر گھسا۔ اور طرخان سے لڑنے میں وہ بھی شریک ہو گیا۔ اُس وقت میں گھسی اور تجھے ہاتھ پکڑ کے کھینچ لائی۔"

ریحانہ:" سچ ہے وہ کیسی خوفناک گھڑی تھی! اور تم کو یہ معلوم ہی نہیں کہ جس شخص نے ہرمزیار کو قتل کیا اُس نے دوسرا وار مجھ پر کیا تھا۔ کہیں وہ تلوار مجھ پر پڑ جاتی تو میرا سر بھی بھٹے کی طرح اُڑ جاتا مگر طرخان نے جھپٹ کے وہ تلوار اپنی تلوار پر لی۔ اور دونوں میں لڑائی ہونے لگی۔"

عالیہ:" مگر یہ کون شخص تھا جس نے ہرمزیار کو مارا اور تیری جان بھی لینا چاہتا تھا۔"

ریحانہ:" اور یہ پوچھو کہ وہ تیسرا کون شخص تھا جو بعد کو کمرے میں شور کرتا ہوا گھس آیا۔"

عالیہ:" مگر بیٹی یہ تو بتاؤ کہ تم ہرمزیار کے ساتھ کیوں نہ بیاہی گئیں؟"

ریحانہ:" ان لوگوں میں سے وہ تو سچ نہیں۔ ہرمزیار جب چاہتا آپ کے محل کے اندر چلا آتا۔ اُس نے ایک دن مجھ سے مل کے کہا اگر تم یہاں پڑی رہیں تو باپ تمھاری آبرو لے ڈالے گا۔ طرخان اپنے باپ کے خلاف ہو گئے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ امیرالمومنین المستعصم سے فرمان حاصل کر کے مراغہ کے حاکم ہو جائیں جیسے وہ خود ہی جا کے اپنے قبضے میں کر لیں گے۔ لیکن امیرالمومنین کے راضی کرنے کے لیے چاہتے یہ ہیں کہ تمھیں باپ کے پنجے سے چھڑا کے عزت و حرمت کے ساتھ بغداد میں بھیج دیں۔ اور اپنی وفاداری کا یہ ثبوت دے کے مراغہ کی سند ولایت حاصل کر لیں۔ باپ نے ہزار کہا وہ نہیں دیتے۔ اس لیے بہتر ہو گا کہ تم خود رات کو محل سے نکل آؤ۔ پھر میں تمھیں حفاظت سے طرخان کے پاس پہونچا دوں گا۔ اور وہ دوسرے ہی دن تم کو بغداد روانہ کر دیں گے۔ یہ سُن کے میں اُس کے ساتھ نکل آئی اور مراغہ میں پہونچ کے خوشی خوشی طرخان کے پاس گئی۔ مگر افسوس وہ

مار ہی ڈالے گئے - یہ بھی میری بدنصیبی تھی - ورنہ اطمینان کے ساتھ اپنے گھر پہونچ جاتی"

عالیہ " (حیرت سے) "بیٹی اس مین مجھے فریب معلوم ہوتا ہے - مگر بہت بڑا فریب جو ابھی تک ہماری سمجھ مین نہین آیا - طرخان کا تو یہ سامنے والی مراغہ کی حرم سرا کے اندر یہ حال تھا کہ جس خوبصورت عورت کو دیکھتا یہی کہتا کہ میری ریحانہ اس سے زیادہ حسین ہے - اُس کی یہ نیت تو ہرگز نہین ہوسکتی کہ تجھے بیدا دیکھیجتا - لیکن جن لوگون نے اُسے مار ڈالا اُنھین اُس سے کیا دشمنی تھی یہ بات سمجھ مین نہین آتی - ہم اگر وہان تھوڑی دیر ٹھہرتے تو شاید کچھ معلوم ہو جاتا"

ریحانہ " ہائے غضب! وہ بھلا ٹھہرنے کا وقت تھا؟ اور تم نے یہ بڑی عقلمندی کی کہ باہر نکلتے ہی اِس کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈی چڑھا دی"

عالیہ " اس مین بڑی مصلحت ہوئی - تم کہتی ہو کہ جس نے طرخان کو مارا تھا اُس کی بھی جان لینا چاہتا تھا - مین دروازہ کھلا چھوڑ آتی تو اُسے قتل کر کے ہمارا پیچھا کرتا - اور ہم اُس کے ہاتھ سے نہ بچ سکتے"

ریحانہ " اب یہ ہوا ہو گا کہ وہ دونون اُس کمرے مین بند پڑے رہے ہون گے - یہان تک کہ طرخان کے دوستون نے آکے اُن کو پکڑ لیا ہو گا"

عالیہ " پکڑنا دھکڑنا کیسا - اُسی وقت اُن کے سر اُڑا دیے ہون گے"

انھین باتون مین شام ہو گئی - ان باتون مین وہ اِس درجہ منہمک اور مصروف تھین کہ موجودہ مصیبت اُن کے خیال ہی مین نہ تھی - اب دونون نے جا کے چشمے مین وضو کیا - اور نماز مغرب پڑھ کے سو رہین -

گیارھوان باب

انجام

دوسرے دن صبح کو دونون مان بیٹیون نے وضو کر کے فریضۂ فجر ادا

گیا۔ اور رات کی بچی کچھی غذا کھا کے خاموش بیٹھ گئیں۔ دیر تک وہ اُس سڑک کو دیکھتی رہیں جو اُن کے قریب سے ہو کے گزر رہی تھی اور دونوں جانب دور تک پھیلی نظر آتی تھی۔ اتنے میں ایک گڈریا بھیڑوں کے گلے کو ہنکاتا ہوا آیا۔ اور قریب ہی کی وادی میں اُنھیں چرانے لگا۔ اُسے دیکھ کے عالیہ بولی "معلوم ہوتا ہے کہیں قریب ہی آبادی ہے جہاں سے صبح صبح یہ اپنا گلہ لے کے آ پہونچا۔ ریحانہ تم بیٹھو میں جاتی ہوں لوٹے میں تھوڑا سا دودھ لے آؤں۔ تم کہتی تھیں کہ کل کیا کھائیں گے۔ دیکھو خدا نے کھانا بھیج دیا۔"

ریحانہ "جاؤ۔ مگر جلد آنا۔ مجھے اکیلے یہاں ڈر لگتا ہے۔" "ابھی آئی" کہہ کے عالیہ نے لوٹا اُٹھا لیا اور اُس گڈریے کے پاس جا کے دودھ مانگا۔ گڈریے نے جو ایک کمسن لڑکا تھا عالیہ کو سر سے پاؤں تک بغور دیکھا اور کہا "بیوی تم یہاں کہاں؟ یہاں تو کہیں نام کو بھی آبادی نہیں ہے۔ اور تم مجھے یہاں کی رہنے والی بھی نہیں معلوم ہوتیں۔"

عالیہ "بھیا میری مصیبت نہ پوچھو۔ یا کیسے کہوں! پرسوں حاجیوں کا ایک قافلہ گیا ہے میں اُس کے ساتھ تھی۔ اتفاق سے مجھے ضروری کو گئی ہوئی تھی اور لوگوں نے کوچ کر دیا۔ اب یہاں اس انتظار میں بیٹھی ہوں کہ کوئی اور قافلہ آئے تو اس کے ساتھ ہو لوں۔"

گڈریا "تو تم اکیلی یہاں تین دن سے پڑی ہو؟"

عالیہ "اکیلی نہیں میرے ساتھ ایک اور بی بی بھی ہیں۔"

گڈریا "یہاں سے تو اچھا ہے کہ تم ہماری بستی میں چل کے ٹھہرو۔ وہ (ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے) اُس پہاڑ کے اُس پار ہے۔"

عالیہ "یہاں سڑک کے کنارے ہو تو کوئی قافلہ گزرے گا تو دیکھ لوں گی۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ کون جگہ ہے اور یہاں سے کہاں کہاں کو راستہ گیا ہے۔"

گڈریا "یہاں سے ایک راستہ مراغہ کو ہوتا ہوا کوہ قاف کو نکل گیا ہے۔ ایک جنوب کی طرف کرمان شاہ کو گیا ہے۔ مشرق کی طرف خراسان کو راستہ گیا ہے۔

اور اُسی کے راستے مین بابک خرمی کے اکثر قلعے پڑتے ہین"

عالیہ " تو کیا بابک کا ملک یہان سے قریب ہے؟"

گرڈڑیا " یہ مشرق کی طرف کے پہاڑ سب اُنھین کی قلمرو مین ہین - اور یہان بھی اُنھین کی حکومت ہے مراغہ سے جو لوگ قید کر جانا چاہتے ہین وہ بھی ادھر ہی سے ہو کے جاتے ہین" گرڈریا یہ باتین کر رہا تھا کہ مصیبت زدہ اور خائف عالیہ کو مشرق کی طرف ایک بلند گھاٹی مین چند سوار اُترتے دکھائی دیے۔ دل مین ڈری - مگر اپنی گھبراہٹ کو چھپا کے گرڈریے سے کہا "مجھے جلدی دودھ دو - اس لیے کہ مین زیادہ نہین ٹھہر سکتی" یہ کہہ کے اُس نے چند تانبے کے سکے قیمت کے طور پر اُسے دینا چاہے مگر فیاض گرڈریے نے لینے سے انکار کیا - اور کئی بکریون سے لوٹا بھر دودھ دوہ کے اُس کے حوالے کر دیا۔ عالیہ اُس کا شکریہ ادا کر کے اپنی قیام گاہ مین پہونچی - اور لوٹے کو ریحانہ کے پاس رکھ کے کہا "لو یہ پی لو - اس سے اچھا کھانا سفر مین نہین نصیب ہو سکتا" ریحانہ نے دودھ پیا اور ماں بیٹیان بڑی بڑی چٹانون کی آڑ مین اور گزرگاہ کے نظر سے دور بیٹھ کے باتین کرنے لگین۔

باتین کرتے ہوے پورا گھنٹہ نہ ہوا تھا کہ کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ گھبرا کے دونون اُٹھ کھڑی ہوئین - اور ساتھ ہی کیا دیکھتی ہین کہ چار وحشی نیزاد کوہستانی آدمی کھڑے ہین - دو کے ہاتھون مین لمبے لمبے برچھے ہین - اور دو کی کمرون پر تلوارین ہین - ان کے کھڑے ہوتے ہی اُن لوگون نے جو اُن کے پاس کے بالکل قریب آ پہونچے تھے اُن کو دیکھ لیا - اور شور کرتے ہوئے اُن کی طرف لپکے - اب ان عورتون سے نہ بھاگتے بنتا تھا اور نہ غار مین جا کے چھپ سکتی تھین - ریحانہ بالکل سہم گئی - مگر عالیہ نے جسے زمانہ بہت سے سبق دے چکا تھا چالاکی سے مین نے اپنے کپڑون مین ایک چھری اُس پاس رکھ لی تھی اور ایک تیغری کمر مین بندھوا دی تھی - مرنا ایک دن ہی ہے - لیکن اگر مرنے کی گھڑی سر پر آ گئی تو ہمین پاکدامن شریف زادیون اور آبرو پر جان قربان کرنے والی بیبیون کی طرح مرنا چاہیے - اگر ان ظالمون پر زور نہ چلا تو خود اپنے اوپر تو زور چلے گا - اپنے ہاتھ سے اپنی جان

لینا حرام ہے۔ مگر ہم ایسی حالت میں ہیں کہ خدا شاید ہمارے لیے اپنے فضل و کرم سے اُسے جائز کر دے گا۔"

اتنے میں وہ لوگ بالکل قریب آ گئے۔ اور برچھے والوں نے اپنے برچھے اُن کی طرف بڑھا کے کہا، "عورتو! اِن برچھوں کے آگے تمھاری نازک چھریاں بیکار ہیں۔ مناسب یہی ہے کہ چھریاں پھینک دو۔ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔"

عالیہ۔ "ظالم لٹیرو۔ اور بے رحم ڈاکوؤ۔ ہمارے جسم اس لیے نہیں بنے ہیں کہ اِن کو تمھارا ناپاک ہاتھ لگے۔ اور اِن لمبے برچھوں پر نہ دھمکاؤ۔ ہماری یہ چھریاں بڑا کام دے سکتی ہیں ع تم پہ قابو نہیں دل پر تو ہے قابو اپنا۔"

یکایک ایک شخص نے جو صرف تلوار باندھے تھا اپنے رفیق کا برچھا ہاتھ سے پکڑ کے دوسری طرف ہٹا دیا اور چلایا، "فرخ زاد۔ جلدی نہ کرنا۔ گوہر مراد ہاتھ آ گیا۔ تم نے پہچانا بھی۔ وہ نازنین جو پیچھے کھڑی ہے۔ ریحانہ ہے جس کی تلاش میں ہم مراغہ تک کی خاک چھان آئے۔ اور پہاڑوں میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔"

فرخ زاد۔ "وہی ہے! تو ہم بڑے خوش نصیب ہیں۔ آج اپنے حضرت یزدان مظہر بابک کے سامنے سرخ رو ہوئے۔ اور حق عقیدت و اطاعت ادا کر دیا۔ مگر بوذرخشان یہاں کیونکر پہنچ گئی؟"

بوذرخشان۔ "معلوم ہوتا ہے کہ یہ مراغہ سے بھاگ کے یہاں چلی آئی۔ میں سمجھا تھا کہ آج مجھے قلعۂ شاہی کی تباہی کے بعد اِن مسلمان عورتوں کو قتل کر کے ایک ذرا آنسو پونچھنے کا موقع مل جائے گا۔ مگر میرے آنسوؤں کے پونچھنے سے یہ بہتر ہوا کہ حضرت بابک کی آرزو میرے ہاتھ سے پوری ہوئی۔"

تیسرا شخص۔ "اور بوذرخشان۔ میں نے اِس دوسری عورت کو بھی کبھی اپنے قلعے میں دیکھا ہے۔ اخاہ! اب پہچانا۔ یہ تو وہی لونڈی ہے جو ریحانہ کے ساتھ پکڑ کے آئی تھی اور حضرت بابک نے مجھے عطا کی تھی۔ جب تک میرے یہاں رہی رات دن روتی ہی رہی یہاں تک کہ میں نے عاجز آ کے بیچ ڈالا۔ مگر آج دیکھنا

کس غیظ وغضب سے چھری تانے کھڑی ہے!"

فرخ زاد: (بوذرخشان سے) "تو ہمارے مہربان کیوان دوست بھی بُرے نہین رہے۔ سب سے زیادہ نفع مین یہی رہے۔ دام بھی کھڑے کر لیے اور لونڈی بھی اپنے ہی گھر رہی"

بوذرخشان: "مگر اس وقت دونون عورتون کے تیور بُرے ہین۔ (عورتون سے) "مگر تم ڈرتی کیون ہو؟ ہم تمھارے دشمن نہین دوست ہین۔ جب تک پہچانا نہ تھا ممکن تھا کہ تمھارے ساتھ کوئی سختی کرتے۔ اور اب تم جانتی ہو کہ ہم تمھین عزت وآبرو اور شان وشوکت سے غلامون کی طرح خدمت کرتے ہوئے تمھین اپنے ساتھ لے چلین گے۔ تمھاری ساتھ والی ہمارے حضرت یزدان مظہر کی معشوقہ اور ہماری سرتاج ہے۔ رہین تم۔ تو تم بھی غیر نہین۔ ہمارے ساتھی کیوان دوست کے گھر مین رہ چکی ہو"

عالیہ: "ہم تم اور تمھارے آقا دونون کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ تم کافر ہو۔ ڈاکو ہو اور وحشی جاہل لٹیرے ہو۔ عرب کی شریف عورتون کے لیے تمھاری اطاعت وصحبت سے مرجانا اچھا ہے۔ اگر تمھارے دل مین کچھ بھی نیکی ہے تو ہمین ہمارے حال مین چھوڑ کے چلے جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو کہ ہماری لاشون کو لے جاؤ گے۔ ہمین اُس کافر وملحد کے پاس زندہ نہین لے جا سکتے"

فرخ زاد: (طیش مین آکے) "اگر پھر کوئی ایسا کلمہ ہمارے مقتدائے یزدان مظہر کی شان مین زبان سے نکالا تو ہم سر اُڑا دین گے۔ ہمارے نیزے ایک اشارے مین تمھاری زندگی ختم کر دینے کے لیے کافی ہین۔ مگر یہ ہماری مہربانی ہے جو تم سے نرمی سے پیش آ رہے ہین"

عالیہ: "اس نرمی سے یہ اچھا ہے کہ ہمین مار ڈالو۔ اور خود اپنے ہاتھ سے ہمین حرام موت نہ مرنا پڑے۔ مگر تم سے اس کی امید نہین"

بوذرخشان: "مین پھر سمجھاتا ہون کہ ہمارا کہنا مانو۔ اپنی ضد چھوڑو۔ اور یہ چھریان پھینک کے ہمارے ساتھ چلی چلو"

اب چوتھے شخص مہرو نے ... کہا "اور مجھے ایسا یاد پڑتا ہے

کہ اُنھین دونون مین نے (عالیہ کی طرف اشارہ کرکے) اِس عورت کو خورزاد مرحوم کی بہن ماہ آفرید کے پاس دیکھا ہے - میرے بھائی بہروز اور خورزاد مین بڑی محبت تھی - چنانچہ قلعۂ شاہی مین دونون ایک ساتھ مارے گئے - اسی تعلق کی وجہ سے ماہ آفرید مجھ سے بہت اچھی طرح ملتی ہین - گو کہ وہ کسی مرد کی پابند نہین مگر میرے حال پر خاص عنایت کرتی ہین - اور چند مہینون سے مجھے نہ کسی عورت سے سروکار ہے اور نہ اُنھین کسی مرد سے - اسی وجہ سے مین روز اُن کے پاس جاتا ہون - وہان دو تین بار مین نے اِس عورت کو اُن کے ساتھ دیکھا - (عالیہ سے) "سچ سچ بتاؤ - تم ہمارے قلعۂ بذ مین نہ تھین؟"

عالیہ "مین تھی یا نہ تھی تمھین کیا؟"

مہردوست "ہمین یہ کہ جب وہان تھین تو ہمارے ساتھ پھر کیون نہین چلتین؟"

عالیہ "نہین مین نہ جاؤن گی!"

کیوان دوست "اچھا مین تمھین اجازت دیتا ہون کہ تم جہان چاہو چلی جاؤ - مگر اپنے ساتھ والی نازنین کو ہمارے حوالے کردو جس کے لیے ہمارے حضرت یزدان مظہر پریشان ہین - تم کو معلوم نہین کہ اس کی تلاش مین ہم نے کیسی کیسی مصیبتین جھیلی ہین - جب اسے ہرمزیار اپنے سردار طرخان کی سازش سے نکال لے گیا تو ہمارے حضرت بابک کو بڑا صدمہ ہوا - وہ اِس پر حد سے زیادہ فریفتہ تھے - اور جانتے تھے کہ اُن کے محل مین رہتے رہتے چند روز مین راضی ہو جائے گی - لیکن جب یہ یکا یک قلعہ سے غائب ہو گئی تو اُن کو اپنے علم غیب سے معلوم ہو گیا کہ ہرمزیار لے گیا ہے - اور طرخان کے پاس مراغہ مین لے گیا ہے جو اُن کے فضل و کرم اور تصرف باطنی سے مراغہ کا حاکم ہو گیا تھا - اُنھون نے ناراض ہو کے ہرمزیار اور طرخان کو بد دعا دی - اور ہم چارون کو بھیجا کہ مراغہ مین جا کے اسے ڈھونڈھ لائین - اس حکم کے مطابق ہم مراغہ مین گئے - اور یہ دیکھ کے عبرت حاصل کی کہ جس دن حضرت بابک نے بد دعا کی تھی عین اُسی دن طرخان اور ہرمزیار دونون مار ڈالے گئے - طرخان فتح یاب ہو کے مراغہ کا بادشاہ بن گیا - اور ہر طرح کا عروج حاصل کر کے یکا یک مار ڈالا گیا - اور ہرمزیار کو بھی اپنی بداعمالی کی بدولت

سزا ملی - اب ہمین تلاش ہوئی کہ جسینہ کہان ہے - مگر کہین پتہ نہ لگا وہان اب بغا کبیر کی حکومت ہے - اور ہم علانیہ نہین رہ سکتے تھے مگر ہم نے جستجو مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا - آخر مجبور ہو کے ناکام واپس آئے - اور مایوس ونامراد بذ کو جا رہے تھے کہ ہماری خوش نصیبی سے یہان یہ دولت ونعمت ہاتھ لگ گئی - اس سے تم سمجھ سکتی ہو کہ ہم تمھاری عزت کرین گے "

عالیہ " جسے تم عزت کہتے ہو اُس سے زیادہ کوئی ذلت ہمارے لیے نہین ہو سکتی - صلاح یہی ہے کہ ہمین چھوڑ کے واپس جاؤ - اور بابک سے کہہ دو کہ اس عورت کا کہین سراغ نہ لگا "

کیوان دوست " بھلا اُن سے کوئی بات پوشیدہ رہ سکتی ہے ؟ اُنھین معلوم ہو چکا ہو گا کہ ہم اس وقت یہان کھڑے تم سے باتین کر رہے ہین "

عالیہ " لیکن ہمین تم زندہ نہین لے جا سکتے -

بوذر خشان " (نیزہ بڑھا کے) " خیر تو ہم تم کو مار ڈالین گے - اور اس نازنین کو زندہ پکڑ لے جائین گے "

عالیہ - (ریحانہ سے) " بیٹی - چھری کو خوب مضبوط پکڑے رہنا - اور اُنھین دکھا دے کہ تیرے ہاتھ مین بھی یہ جان لینے یا دینے والا حربہ موجود ہے "

فرخ زاد " اچھا بوذر خشان ایک کام کرو - ہم چار دن انھین یہین گھیرے رکھین - اور کسی طرف قدم بڑھانے نہ دین - جب دانہ پانی نہ ملے گا تو بہت جلد سیدھی ہو جائین گی "

بوذر خشان " اچھا یہی سہی - لو بیوی سنو - خبردار یہین رہنا - اب نہ کہین حوائج ضروری کے لیے جانے پاؤ گی - نہ اُس چشمے سے پانی پی سکو گی - اب دیکھین تم کیا کرتی ہو ؟ "

عالیہ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا - اور دل مین سوچنے لگی کہ ایسی قید مین تو ایک پہر کاٹنا بھی دشوار ہے دن کس کے کاٹے کٹین گا ؟ اور پھر خدا جانے رات کو کیا افتاد پڑے ؟ تاہم خیال کیا کہ رات تک ہمین فیصلۂ تقدیر کا انتظار کرنا چاہیے - شاید خدا کوئی نجات کی صورت پیدا کرے -

وہ چارون شخص اُن کے چارون طرف پھیل گئے۔ اور اس طرح گھیر لیا کہ وہ کسی طرف نہ جاسکین۔ مگر اُنھین حیرت تھی کہ آخر روز تک دونون عورتین اُسی طرح چھری ہاتھ مین لیے کھڑی رہین۔ اور ہر وقت تیار تھین کہ کوئی بھی قریب آنے کا قصد کرے تو خنجر اپنے سینون مین بھونک لین۔ اب دو گھڑی دن باقی تھا کہ ریحانہ نے ماں سے کہا "اب مجھ مین کھڑے رہنے کی تاب نہین۔ مین تو بیٹھتی ہون" یہ کہہ کے وہ بیٹھ گئی اور سر زانو پہ رکھ لیا۔ عالیہ قریب جا کے اُس کے سر پہ ہاتھ پھیر پھیر کے اُسے تسلی دینے لگی۔

یکایک فرخ زاد جو عالیہ کی پشت کی طرف تھا جوتا اُتار کے بہت ہی دبے پاؤن چپکے چپکے اُس کے قریب گیا۔ اور یکایک جھپٹ کے اُس کا وہ ہاتھ پکڑ لیا جس مین چھری تھی۔ ایک پہاڑون مین گونجنے والی چیخ عالیہ کے منہ سے نکلی۔ ساتھ ہی ریحانہ نے بھی چیخ ماری اور بجاے اس کے کہ خنجر سے کام لے غش کھا کے گر پڑی ساتھ ہی چارون باقی رفیقون نے جھپٹ کے دونون کی چھریان اپنے قبضے مین کرلین۔ اور بوذرخشان نے ہنس کے عالیہ سے کہا "اب تمھارے ہاتھ سے خطرناک کھلونے لے لیے گئے۔ بس اب ہم تمھین نہ چھیڑین گے۔ چپکی چلی چلو"

عالیہ "مین تو نہین چلتی"

فرخ زاد "تو ہم تمھین گود مین اُٹھا کے لے چلین گے"

عالیہ (چلا کے) "کمبخت ریحانہ کی تو خبر لو۔ آہ خدا کرتا اسی مین مرجاتی اور پھر اس بیوفا دنیا کو آنکھ کھول کے نہ دیکھتی" یہ سنتے ہی کیوان دوست عالیہ کے لوٹے کو لیجا کے نہر سے پانی لایا۔ اور ریحانہ کے مُنہ پہ چھڑک چھڑک کے اُسے ہوشیار کیا۔ اُس نے آنکھین کھولین اور حیرت سے ایک ایک کا مُنہ تک رہی تھی کہ بوذرخشان نے کہا "اب دیر لگانے کی ضرورت نہین۔ ان عورتون کو لیچلو اور اپنے پاؤن سے نہ چلین تو گود مین اُٹھا لو۔ حضرت بابک کی خوشی پوری کرنے مین ہمین جلدی کرنا چاہیے۔

وہ یہ کہہ رہا تھا کہ عالیہ حیرت انگیز پھرتی سے فرخ زاد کی تلوار

سے قبضے پر ہاتھ ڈال دیا۔ اور زور سے جھٹکا دے کے تلوار کھینچ لی۔ تلوار ہاتھ میں آتے ہی اُس کا حوصلہ بڑھ گیا۔ جھپٹ کے ایک ہاتھ نوذر خشان کے شانے پر مارا۔ ساتھ ہی چاروں باکی خوف سے پیچھے ہٹ گئے۔ اور فرخ زاد نے گھبرا کے کہا "یہ عورت تو بلا کی معلوم ہوتی ہے۔ تو بیوی کیا تم یہی چاہتی ہو کہ ہم نیزے سے تمہارا کام تمام کر دیں؟"

عالیہ "ہاں میں یہی چاہتی ہوں۔ مگر مجھ سے پہلے اِس بے زبان لڑکی کو مارو" یہ کہہ کے اُس نے فرخ زاد پھر بھی ایک وار کیا اور جھپٹ کے ریحانہ کے پیچھے ہو گئی۔"

اب مجبور ہو کے چاروں رفیقوں نے جن میں سے دو خفیف سے زخمی تھے ایک ساتھ عالیہ پر حملہ کیا۔ اُس کے کمزور ہاتھ کے دو چرکے اور کھائے اور اُسے نیزوں سے ڈھکیل کے زمین پر گرا لیا۔ اور قبل اِس کے کہ وہ سنبھلنے پائے اُسے پکڑ لیا۔ اور اپنی پگڑیاں اُتار کے اُسے خوب کس کس کے باندھنے لگے۔ اس وقت عالیہ اور ریحانہ دونوں کی یہ حالت تھی کہ چیخوں پر چیخیں مارتی تھیں۔ اور اُن کی چیخیں گرد کے پہاڑوں میں ٹکرا ٹکرا کے ساری فضا میں گونج رہی تھیں۔

عالیہ کو یہ سب لوگ باندھ ہی رہے تھے کہ ناگہاں آواز آئی "عورتوں پر ظلم! ذلیل اور بیحیا ڈاکوؤ۔ اگر تم میں اتنی غیرت نہیں کہ اُس سامنے والی ندی میں جا کے ڈوب مرو۔ تو آؤ ہم تمھیں تمہارے خون کے دریا میں ڈبو دیں" اور ساتھ ہی پانچ مسلح سپاہی اِن لوگوں پر جھپٹ پڑے نوذرخشان عالیہ کو باندھ کے بڑھا ہوا تھا کہ ایک تلوار کام کر گئی اس کا سر اُڑ کے دور جا رہا۔ اور گلے سے خون کا فوارہ اچھل کے عالیہ کے کپڑوں پر پڑا۔ ساتھ ہی دوسرے شخص کا جو غالباً فرخ زاد پر ایسا بھرپور پڑا کہ پھیپھڑے اور دل دونوں کو ایک ساتھ کاٹ گیا۔ اور وہ ہیبت زدہ ریحانہ کے آگے گر کے تڑپنے لگا۔ مہردوست اور کیوان دوست ایک ساتھ ان نئے حملہ آوروں کے مقابل ہوئے مگر بہادروں نے نوذرخشان کا سر

اُڑا دیا تھا کیوان دوست کا داہنا ہاتھ کاٹ کے گرا دیا۔ اور اُس کے ایک رفیق نے تہر دوست کے سر پر ایسا گرز مارا کہ وہ غش کھا کے گر پڑا۔ اب کیوان دوست باندھ لیا گیا۔ اتنے میں اُن میں سے ایک سوار نے بڑھ کے عالیہ کو کھولا۔ اور کہا "بیوی تم کون ہو؟ اور کیونکر اِن پہاڑوں میں آ کے اِن کافر و بیدین ڈاکوؤں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئیں؟"

مگر قبل اِس کے کہ عالیہ کچھ جواب دے وہ بہادر سپہ گر جس نے بوذرجمان کا سر اور کیوان دوست کا ہاتھ کاٹا تھا بے اختیار چونک پڑا۔ زور سے چلایا "وہ مل گئی! اور خوب سہال گئی!" یہ کہتے ہی تلوار کھینچ کے جھپٹا کہ ایک ہی وار میں ریحانہ کا کام تمام کر دے۔ مگر عالیہ نے جس کے ہاتھ کھل چکے تھے لپک کے وہ تلوار اپنے ہاتھ سے پکڑ لی۔ اگرچہ اُس کی ہتھیلی آدھی کے قریب کٹ گئی مگر غیر معمولی شجاعت ظاہر کر کے اُس نے ریحانہ کو بچا لیا۔ اور چلائی "آہ ظالم! اسی لیے اِن ڈاکوؤں کے پنجے سے ہمیں چھڑایا تھا؟ ہماری جان ہی لینا تھی تو اُنھیں کو مار ڈالنے دیا ہوتا۔ آہ!

تو از چنگال گرگم در ربودی ولیکن عاقبت خود گرگ بودی

بیگناہوں ہی کے قتل کا شوق ہے تو پہلے مجھے مار پھر اس بھولی پاکدامن کی طرف توجہ کرنا جو یہ بھی نہیں جانتی کہ گناہ کیا چیز ہے؟"

یہ سن کے اُس بہادر شمشیر زن کے ایک رفیق نے کہا "ہاں فرخ چہر یہ کہتی ٹھیک ہے۔ تمھیں ایسی بھولی معصومہ پر ہاتھ نہ اُٹھانا چاہیے تھا"

فرخ چہر: مگر یہ غلط کہتی ہے۔ یہ مکار و بے شرم لڑکی بدکار ہے"

عالیہ: بدکار! میری ریحانہ اور بدکار! جھوٹ۔ افترا۔ بہتان۔ آہ حاکم شرع نہیں کہ اِس پر پاکدامن عورت کو تہمت لگانے کی حد جاری کرے۔ اچھا ثابت کر کہ اِس نے کیا بدکاری کی؟"

فرخ چہر: یہ بابک خرمی کے قلعے سے ہرمزیار کے ساتھ بھاگی۔ ذوق و شوق سے طرخان کے پاس گئی۔ اور اِس طرح اُس بدمعاش کے سامنے شاداں شاداں جا کے کھڑی ہو گئی جس طرح کوئی فاحشہ عورت کسی شہوت پرست زانی کے

خوش خوش جاتی ہے۔"
عالیہ: بس یہی اس کا جرم ہے؟ اور اسی جرم پہ تو اس کی جان لینا چاہتا ہے۔
فرخ چہر: ہاں اسی جرم پہ۔ یہ تھوڑا جرم ہے؟"
عالیہ: تو جاہل ہے۔ اور تجھے خبر نہیں کہ ہرمزیار اسے کیونکر لے گیا۔ یہ غریب بابک کی قید میں تھی۔ اور شب و روز بہکائی جاتی تھی کہ اس کی محبوبہ بننا قبول کرے مگر اسے جان دینا منظور تھی اور یہ گوارا نہ تھا۔ اس پریشانی میں ہرمزیار نے اس سے کہا کہ تم میرے ساتھ بھاگ چلو تو میں طرخان کے پاس لے چلوں گا۔ طرخان نے ارادہ کر لیا ہے کہ مراغہ پہ قبضہ کرنے کے بعد امیرالمومنین المعتصم باللہ کا طرفدار اور اُن کا وفادار خادم بن جائے۔ مگر وفاداری کا ثبوت دینے کی کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی۔ میں نے اُسے یہ بات سوجھائی کہ تم کو بابک کے پنجے سے چھڑا کے عزت و حرمت کے ساتھ بغداد میں بھیج دے گا تو امیرالمومنین کو اُس کی وفاداری کا پورا یقین ہو جائے گا۔ میری یہ تجویز اُسے پسند آئی اور مجھے بھیجا ہے کہ تمھیں جس طرح بنے لے آؤں۔ اور جیسے ہی تم اُس کے پاس پہونچ جاؤ وہ تمھیں بڑی شان و شوکت سے دربار خلافت میں بھیج دے۔ اور یہ مراغہ کی امارت کا فرمان حاصل کرے۔ اس دھوکے میں ریحانہ خوش خوش طرخان کے پاس گئی۔ اُسے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہاں بے آبرو ہونے لیے جاتی ہے۔ بلکہ یہ یقین تھا کہ مجھے قید اور ذلت سے نجات ملی۔ اور طرخان مجھے عزت کے ساتھ بغداد میں بھیجے گا۔"
ریحانہ: (نہایت جوش سے) "سچ سچ ہرمزیار نے مجھ سے یہی کہا تھا؟ کیا خبر طرخان نے مجھے کسی بُرے ارادے سے بُلایا تھا؟ افوہ! اس کی مجھے اب خبر ہوئی ہے۔ اچھا ہوا کمبخت وہ اور ہرمزیار دونوں مار ڈالے گئے۔ مگر اماں تمھیں اِن باتوں کی کیسے خبر ہو گئی؟"
فرخ چہر: "اماں! یہ تمھاری والدہ ہیں۔" یہ کہتے ہی اُس نے قریب جاکے عالیہ کی صورت دیکھی۔ اور زور سے چلایا "بے شک وہی ہیں! آہ!

مصیبت اور رنج والم نے کس قدر صورت بدل دی کہ مین بالکل نہین پہچان سکا!" (تلوار پھینک کے اور سر پیٹ کے) "آہ! اُس بیٹے پر نفرین ہے جس نے مان کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ (عالیہ کے قدمون پر گر کے) آہ امان جان آپ کا نالائق و رُو سیاہ فرزند علی بن فضل آپ کے قدمون پر پڑا ہے۔ اس گستاخی کی سزا مین اُس کا یہ گستاخ و ناپاک ہاتھ کاٹ کے پھینک دیجیے۔"

فرخ چہر کی زبان سے جیسے ہی علی کا لفظ زبان سے نکلا دونون عورتین بے اختیار اپنی جگہ سے اچھل پڑین۔ ساتھ ہی ریحانہ کی زبان سے نکلا "میرے بھائی!" اور عالیہ نے بیتابی کے ساتھ کہا "میرا بیٹا علی! اب بھلا عالیہ مین کہان تاب تھی؟ بیٹے کو قدمون سے اُٹھا کے چھاتی سے لگایا۔ پیشانی چومی۔ آنسو بہائے۔ اور اُس کے چہرے کو غور سے دیکھ کے بولی "آہ یہ پھول سے رخسار سے کھلا کے کالے پڑ گئے۔ سبزہ آغاز تھا اب ڈاڑھی نکل آئی! آہ چند ہی سال مین یہ پیارا چہرہ کیسا ہو گیا؟" اب ریحانہ بھی دوڑ کے بھائی سے لپٹ گئی۔ اور مصیبت ناک زمانہ فراق کو یاد کر کے زار و قطار رونے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد کہا "بیٹا۔ اب تم بھی اپنا حال بیان کرو کہ اتنے دنون تک کہان رہے۔ اور کیا کیا۔ اور اُس آفت سے کیسے بچے؟"

علی:- امان جان آپ کے گرفتار ہو جانے کے بعد مین جان پر کھیل کے بابکیون سے لڑنے لگا۔ آخر زخمون سے چور ہو کے گرا۔ اور وہ لوگ مجھے مردہ جان کے چلے گئے۔ اُن کے چلے جانے کے خدا جانے کتنی دیر بعد مجھے ہوش آیا۔ اور اپنی حالت یاد آئی۔ اُفتان و خیزان ایک قریب کے گاؤن مین گیا۔ اور لوگون سے ظاہر کیا کہ مین ہمدان کا ایک بابکی فرخ چہر ہون مسلمانون نے نیم جان کر دیا تھا۔ مدت کے بعد اچھا ہوا تو شہر بذ کی راہ لی تاکہ اُن لوگون کے ظلم سے بچون۔ یہان راستے مین ڈاکوؤن نے لوٹ لیا۔ اور اسنے نزدیک مجھے مار کے ڈال گئے۔ لوگون نے ہمدردی کی۔ اتفاقاً وہان ایک معزز بابکی خورزاد مل گیا۔ جس نے مجھے اپنے گروہ مین شامل کر لیا۔ اور بذ مین لے گیا۔ مین اب اچھا تھا۔ مگر دل مین کہتا تھا کہ جب مان باپ نہ رہے ریحانہ نہ رہی تو مین جی کے کیا کرون گا؟ آخر سوچتے سوچتے یہ سمجھ مین آیا

کہ اُن سب کے انتقام مین اپنی زندگی صرف کر دون۔ چنانچہ اُسی خورزاد کے ساتھ قلعۂ شاہی مین گیا۔ اور حاکم شاہی سے مل کے اُسے اور اُس کے تمام معززین کو قتل کرا کے اُن کے سر بغداد بھجوا دیے۔ اس کے بعد مین قلعۂ شاہی سے واپس آ کے طرخان کے گروہ مین شامل ہو گیا۔ اور اُسے اس بات پر آمادہ کیا کہ مراغہ پر قبضہ کر لے۔ اور بابک کو چھوڑ کے خلافت کا فرمان بردار ہو جائے۔ لیکن جب دیکھا کہ وہ ریحانہ کی آبرو لینے کے درپے ہے تو اُس کے قتل کے درپے ہو گیا۔ اور جب ہرمزیار ریحانہ کو لایا اور وہ خوش خوش اُس کی خوابگاہ مین آئی تو طیش مین آ کے پہلے ہرمزیار کو مار ڈالا۔ پھر ارادہ کیا کہ ریحانہ کو بھی مار ڈالون مگر اُسی طرخان سے لڑ رہا تھا کہ بغا کبیر کے اشارے سے اسحٰق بن ابراہیم کے غلام آہویہ نے کمرے مین گھس کے اُسے قتل کر ڈالا۔ اُس سے فراغت کر کے مین ریحانہ کی طرف پلٹا تو یہ غائب تھی۔ اور دروازہ باہر سے بند تھا۔ مجبوراً کمرے کے پچھواڑے سے کود کے نکلا۔ اور اُسی ریحانہ کی تلاش مین خاک اُڑاتا ہوا یہان آیا۔"

عالیہ: "خوب وقت پر آ گئے۔ ورنہ یہ بابکی ڈاکو پھر ہمین بابک کے مکان مین پکڑ لے جاتے۔"

علی: "اور غنیمت ہوا کہ بے گناہ ریحانہ کی جان بچ گئی۔ آہ دھوکے دھوکے مین مین کیا کرنے والا تھا؟" اِس کے بعد مان بیٹے اور علی و ریحانہ پھر گرمجوشی سے ملے۔ اور اُسی وقت مع رفقا کے روانہ ہوئے کہ عراق جا کے المعتصم کی خدمت مین حاضر ہون۔ خوش قسمتی سے ایک قافلہ بھی مل گیا۔ جس کے ساتھ ہو کے سب نے بغداد کی راہ لی۔